بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر ظفر احمد☆

السیرۃ النبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

توقیتی مطالعہ

﴿پانچویں قسط﴾

سال ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۶۲۷۔۶۲۸ عیسوی جیولین

ا۔ سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم عیص):

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ایک سو ستر سواروں کے ہمراہ قریشِ مکہ کے ایک تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کے مقام عیص روانہ فرمایا جو مدینے سے چار رات کی مسافت پر واقع تھا۔ مسلمانوں نے سب قافلے والوں کو گرفتار کر کے ان کے تمام مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ گرفتار ہونے والوں میں رسولِ اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع بھی تھے، جنھیں ان کی اہلیہ حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ نے پناہ دی تو رسول اکرم نے ان کے پناہ دینے کو قبول فرمایا اور ان کا سارا مال و اسباب صحابہ کرامؓ نے برضا و رغبت واپس کر دیا۔ ابوالعاص وہاں سے مکہ پہنچے اور امانتیں ان کے مالکوں کے سپرد کر کے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت زینبؓ راجح قول کے مطابق نکاح قدیم پر ہی ان کے نکاح میں رہیں۔ زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ سریہ محرم ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔ مزید وضاحت سال ہذا کے توقیتی مباحث میں ہو گی۔

☆سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ایس۔ ای کالج، بہاول پور

۲۔سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم طَرِف):

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو پندرہ آدمیوں کے ہمراہ بنوثعلبہ کی سرکوبی کے لئے موضع طرف کی طَرِف بھیجا۔طَرِف یا طریق بنوثعلبہ کے ایک کنویں کا نام ہے جو عراق کے راستے میں مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع تھا۔بنوثعلبہ بھاگ گئے اسلئے لڑائی کی نوبت نہ آئی۔حضرت زیدؓ بن حارثہ کچھ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینے واپس ہوئے۔یہ سریہ صفر ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۳۔سریہ وادی القریٰ:

بارہ آدمیوں پر مشتمل یہ سریہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیر امارت وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا گیا تھا،اس میں بنوفزارہ کی نقل وحرکت کا پتا لگانا مقصود تھا۔ان لوگوں نے مسلمانوں پر حملہ کر کے نو مسلمانوں کو شہید کر دیا،صرف تین زندہ بچے جن میں خود حضرت زیدؓ بن حارثہ بھی شامل تھے جو زخمی ہو گئے تھے۔یہ سریہ ربیع الاول ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۶ ہجری قمری بمطابق ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۴۔سریہ ابوعبیدہؓ بن الجراح (مہم سیف البحر/مہم خبط):

رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کی زیر کمان تین سو سواروں پر مشتمل یہ سریہ سیف البحر کی جانب روانہ فرمایا تھا۔قریش کے ایک تجارتی قافلے کا تعاقب اور قبیلہ جھینہ سے مقابلہ مقصود تھا، یہ لوگ مدینے سے پانچ دن کی مسافت پر آباد تھے،اسے سریہ سیف البحر بھی کہا جاتا ہے،سیف البحر سمندر کے ساحل کو کہتے ہیں یہ سریہ ساحلِ سمندر کی طرف بھیجا گیا تھا،اس سریے میں مسلمانوں کا زادِراہ ختم ہو گیا تھا اور وہ سخت بھوک سے دوچار ہونے کی وجہ سے درختوں سے پتے جھاڑ جھاڑ کر کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ایسے پتوں کو خبط کہا جاتا ہے لہٰذا اس سریے کو سریہ خبط بھی کہا جاتا ہے۔ایک روز جب مسلمان سمندر کے کنارے پر تھے تو غیبی رزق کا سامان پیدا ہوا،سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی ساحل پر پھینکی،تمام لشکر نے کوئی اٹھارہ دن تک اس کا گوشت کھایا،حضرت ابوعبیدہؓ نے اسکی پسلی کا ایک کانٹا لیا اور لشکر کے سب سے لمبے قد کے آدمی کو سب سے لمبے اونٹ پر سوار کیا تو وہ سوار ہو کر اس کانٹے کے نیچے سے بآسانی گذر گیا،مسلمانوں نے اس گوشت کے کچھ ٹکڑے بطورِ زادِراہ اپنے ساتھ رکھ لئے،مدینہ واپسی پر انھوں نے رسول اکرم ﷺ کو حالات

بتائے، آپ نے فرمایا یہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں مہیا فرمایا تھا، اس کا گوشت تمہارے پاس بچا ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ، اس پر یہ گوشت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ یہ سریہ بھی ربیع الاول ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۶ ہجری قمری بمطابق نومبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔ سیرت نگاروں کا اسے رجب ۸ ہجری کا واقعہ قرار دینا ہماری نظر میں درست نہیں۔ تفصیل انشاء اللہ توقیتی مباحث میں آئے گی۔

۵۔ سریہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف (سریہ دومۃ الجندل):

رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے ان کا عمامہ باندھا اور انھیں سات سو آدمیوں کے ہمراہ بنی کلب کے علاقے دومۃ الجندل کی جانب روانہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ اگر وہ لوگ اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تامّل نہ کرنا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف وہاں پہنچ کر لگاتار تین دن تک ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ تیسرے روز دومۃ الجندل کے رئیس اصبغؓ بن عمر نے اسلام قبول کر لیا جو پہلے مذہباً عیسائی تھا اور اس کے ساتھ اور بہت سے لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا نکاح اصبغ کی بیٹی تُماضر سے ہوا۔ ان کے بطن سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن پیدا ہوئے جو بڑے تابعین اور جلیل القدر حفّاظ میں سے ہیں۔ زمنی ترتیب کے مطابق یہ سریہ ربیع الثانی ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۶ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۶۔ سریہ علیؓ بن ابی طالب (مہم فدک):

حضرت علیؓ کی زیر امارت سات سو افراد کے ہمراہ یہ سریہ بنو سعد بن بکر کی سرکوبی کے لئے فدک کی طرف بھیجا گیا تھا جو مدینے سے چھ رات کی مسافت پر خیبر کے قریب واقع ہے۔ بنو سعد کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ انھوں نے خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لئے فدک کے قریب لشکر جمع کر رکھا ہے۔ اس سریے میں مسلمان رات کو سفر کرتے تھے اور دن کے وقت چھپے رہتے تھے تاکہ دشمن کو ان کی نقل و حرکت کا علم نہ ہو سکے۔ مسلمانوں نے دشمن کے ایک جاسوس کو پکڑ لیا جس نے بتایا کہ واقعی ان لوگوں نے یہودیوں کو خیبر کی کھجور کے عوض مدد فراہم کرنے کی حامی بھری ہے۔ حضرت علیؓ نے اس جاسوس سے حاصل ہونے والی معلومات کے مطابق ان لوگوں پر شب خون مارا۔ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مال غنیمت میں

حاصل ہوئیں، البتہ بنو سعد اپنے بال بچوں سمیت بھاگ نکلے۔ یہ سریہ بھی ربیع الثانی ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۶ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۷۔ سریہ زیدؓ بن حارثہ، (سریہ امِ قرفہ):

امِ قرفہ ایک عورت کی کنیت ہے جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ یہ عورت قبیلہ بنی فزارہ کی سردار تھی، حضرت زیدؓ بن حارثہ ایک مرتبہ مال تجارت لے کر شام کو جاتے ہوئے یہاں سے گذرے تو بنی فزارہ کے لوگوں نے انہیں مار کر زخمی کیا اور تمام سامان بھی چھین لیا، زیدؓ مدینہ واپس آگئے، رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیر امارت روانہ فرمایا جو کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ یہ سریہ جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رمضان ۶ ہجری قمری بمطابق جنوری ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔ بنو فرازہ کے یہ لوگ وادی القریٰ کے علاقے میں آباد تھے۔

۸۔ سریہ عبداللہؓ بن رواحہ:

ابو رافع کے قتل کے بعد خیبر کے یہودیوں نے اُسَیر بن رِزام کو اپنا سربراہ بنالیا تھا۔ اس نے غطفان اور دیگر قبائل سے مل کر رسول اللہ ﷺ سے مقابلے کی تیاریاں شروع کردیں۔ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو تیس سواروں کی معیّت میں بھیجا۔ اُسیر بن رزام اپنے چند ساتھیوں سمیت مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ آنے اور گفت وشنید کے لئے بظاہر تیار ہوگیا۔ راستے میں اس نے شرارت کی تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے اسے قتل کردیا۔ دوسرے مسلمان بھی یہودیوں سے الجھ پڑے اور سوائے ایک یہودی کے باقی سب کو قتل کر کے واپس مدینہ آگئے۔ یہ سریہ بھی جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال ۶ ہجری قمری بمطابق فروری ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۹۔ سریہ کرزؓ بن جابر فہری (سریۃ العُرینیین):

قبیلہ عُکل اور عُرینہ کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا، انھیں مدینے کی آب وہوا موافق نہ آئی۔ انھوں نے کہا ''یارسول اللہ، ہم دودھ پر گذارہ کرنے والے لوگ ہیں۔ غلّہ نہیں کھاتے آپ ہمیں دودھ کے لئے اونٹ دے دیں تاکہ ہم مدینے سے باہر کھلی فضا میں رہ سکیں''۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا۔ شہر سے باہر چراگاہ میں صدقات کے

اونٹ تھے۔آپ ﷺ نے ان لوگوں کو وہاں رہنے اور ان کا دودھ پینے کی اجازت دے دی۔ چند دنوں میں ہی یہ لوگ موٹے تازے اور تندرست ہوگئے۔تب انھیں یہ شرارت سوجھی کہ اسلام سے مرتد ہوئے اور آپ کے چرواہے کو قتل کر کے اسکی لاش کا مُثلہ کیا اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت کرزؓ بن جابر کو بیس آدمیوں کے ہمراہ ان کے تعاقب میں روانہ فرمایا، یہ سب گرفتار کر لئے گئے آپ ﷺ نے ان سے قصاص لینے کا حکم دیا۔ان باغیوں کو قتل کیا گیا اور ان کے ہاتھ اور پاؤں اسی طرح کاٹے گئے اور ان کی آنکھوں میں اسی طرح کانٹے چبھوئے گئے جیسے انھوں نے چرواہے کے ساتھ کیا تھا۔لیکن آئندہ کے لئے حکم ہوگیا کہ کسی حال میں بھی دشمن کا مُثلہ نہ کیا جائے۔یہ سریہ بھی جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال ۶ ہجری قمری بمطابق فروری ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۰۔سریہ عمروؓ بن امیہ ضمری:

سردارِ مکہ ابوسفیان بن حرب نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے ایک اعرابی کو مدینہ بھیجا تھا۔اس کے جواب میں آپ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو سلمہ بن سلام کے ہمراہ مکہ بھیجا کہ اگر موقع ملے تو ابوسفیان کو قتل کر دیا جائے۔عمروؓ رات کے وقت خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے انھیں دیکھ لیا اور قریش کو مطلع کر دیا۔زمانۂ جاہلیت میں عمرو بن امیہ شیطان کے نام سے مشہور تھا۔اہل مکہ نے اس خیال سے کہ عمرو بن امیہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے، ان کے لئے کچھ رقم جمع کر دی۔عمروؓ بن امیہ نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہم اب ابوسفیان کو قتل نہیں کر سکتے، بہتر ہے کہ ہم اپنی جان بچا کر یہاں سے نکلیں، راستے میں عمروؓ بن امیہ نے عبیداللہ بن مالک تمیمی کو قتل کر دیا۔آگے چل کر بنو ہذیل کے ایک کانے کو قتل کر دیا جو یہ شعر پڑھ رہا تھا:

وَلستُ بِمسلمٍ ما دُمتُ حیّاً　　وَلستُ اُدینُ بدینِ المُسلمینا

اور میں مسلمان نہیں ہونے کا جب تک بھی زندہ رہوں اور میں مسلمانوں کا دین قبول نہیں کروں گا۔

اس کے بعد انہیں راستے میں قریش مکہ کے دو جاسوس ملے، ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو گرفتار کر کے بارگاہ نبوی میں لا کر پیش کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ سارے حالات سن کر ہنس پڑے اور حضرت عمروؓ بن امیہ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ یہ سریہ بھی جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال

۶ ہجری قمری بمطابق فروری ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۱۔غزوۂ حدیبیہ:

رسول اللہ ﷺ نے ۶ ہجری میں مدینے میں خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ خانہ کعبہ کی چابی لی اور بیت اللہ کا طواف وعمرہ کیا۔ اس کے بعد بعض لوگوں نے سر کے بال کٹوائے اور بعض نے حلق کرایا۔ قریش مکہ کی اسلام دشمنی کی بنا پر کئی سالوں سے خانہ کعبہ کی زیارت نہ کر پانے والے صحابہ کرامؓ کو اس کا علم ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمرے کے لئے آپ ﷺ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہوگئے۔ سب نے اپنے طور پر یقین کرلیا کہ وہ اسی سال بیت اللہ کی زیارت اور عمرے کی نعمت سے بہرہ مند ہونگے۔ نبی کا خواب بھی بلا شبہ وحی ہوتا ہے لیکن اس خواب میں عمرے کے لئے کسی سال اور مہینے کی تخصیص نہیں ہوئی تھی۔ مدینے کے اردگرد آباد اعراب (بدوؤں) نے یہ سمجھا کہ مسلمان عسکری اعتبار سے نہایت کمزور ہیں، قریش مکہ سے لازماً جنگ کی نوبت آئے گی اور کوئی بھی زندہ بچ کر واپس نہیں آئے گا، اسلئے انہوں نے عمرے کے لئے اس سفر میں آپ ﷺ کا ساتھ نہ دیا۔

آپ ﷺ نے مدینے میں حضرت ابن ام مکتومؓ یا نمیلہ لیثیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ غسل فرمانے اور نیا لباس زیب تن کرنے کے بعد قصواء نامی اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو ساتھ لیا آپ ﷺ کے ہمراہ مہاجرین وانصار اور دیہات سے آنے والے مسلمانوں کی مجموعی تعداد مشہور قول کے مطابق چودہ سو تھی۔ چونکہ صرف عمرہ مقصود تھا اسلئے صرف مسافرانہ ہتھیار یعنی میانوں میں بند تلواریں ساتھ لیں اور بحساب مدنی رؤیت ہلال یکم رجب ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم ذی قعدہ ۶ ہجری قمری بمطابق ۱۴ مارچ ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز سوموار مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ذوالحلیفہ پہنچنے پر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ عمرے کا احرام باندھا۔ ہدی (قربانی کے جانوروں) کو قلادے پہنائے اور کوہان چیر کر نشان بنایا، تاکہ سب پر واضح ہو جائے کہ مسلمان ہرگز کسی سے جنگ کے خواہاں نہیں ہیں، بلکہ صرف عمرے کے لئے رختِ سفر باندھے ہوئے ہیں۔

قریش کو مسلمانوں کے ارادے کا علم ہوا تو انھوں نے اپنے احابیش (حلیف قبائل) سمیت یہ عزم کرلیا کہ مسلمانوں کو مکے میں داخل ہونے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے۔ دورانِ سفر اسکی اطلاع آپ ﷺ کو قبیلہ خزاعہ کے ایک جاسوس بشر بن سفیان سے ملی، جسے آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ بھیج رکھا تھا،

تا کہ وہ قریش مکہ کے حالات خفیہ طور پر معلوم کر کے آپ کو مطلع کیے رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''قریش پر افسوس ہے، متعدد جنگوں نے انہیں کھا لیا ہے اس کے باوجود وہ جنگ سے نہیں رکتے، ان کے لئے اچھا موقع تھا کہ وہ مجھے اور دوسرے اہلِ عرب کو آزاد چھوڑ دیتے، اگر یہ لوگ مجھ پر غالب آجاتے تو ان کا مقصد گھر بیٹھے پورا ہو جاتا۔ اگر میں غالب آجاتا تو وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح اسلام میں داخل ہو جاتے ورنہ اتنے عرصے میں وہ میرے مقابلے میں تازہ دم اور قوی ہو جاتے، مجھے نہیں معلوم کہ قریش نے کیا سمجھ رکھا ہے؟ اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں ان سے دین کے معاملے میں جہاد کرتا رہوں گا جب تک کہ میری گردن جدا نہ ہو جائے یا جب تک اللہ اپنا امر نافذ نہ فرما دے''

اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا اور ان سے مشورہ طلب فرمایا کہ اگر مناسب ہو تو ان لوگوں پر حملہ کر دیا جائے جو قریش کی مدد کے لئے تیار بیٹھے ہیں تا کہ بعد میں وہ قریش کے ہمراہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوں یا نہ ہوں، دونوں صورتوں میں وہ شکستہ حال اور کمزور ہونگے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ چونکہ ہم بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں، کسی سے جنگ کرنا ہمارا مقصد نہیں اسلئے ہم اپنے ارادے پر ہی رہیں۔ جو لوگ مکہ میں داخل ہونے سے ہمیں روکیں گے تو ان سے قتال ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اچھا تب چلو، اور لوگوں نے سفر جاری رکھا۔

قریش مکہ نے خالد بن ولید (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو دو سو سواروں کا دستہ دے کر کراع الغمیم میں بھیج دیا۔ خالد بن ولید نے اپنے سواروں کو ایسی جگہ ٹھہرایا جہاں سے دونوں فریق ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے، مسلمانوں نے ظہر کی نماز ادا کی تو خالد بن ولید کے دستے کو بعد میں یہ پشیمانی لاحق ہوئی کہ انھوں نے نماز ادا کرنے والے مسلمانوں پر بحالتِ نماز حملہ کیا ہوتا تو وہ انہیں بے بس اور مغلوب کر چکے ہوتے۔ اس پر عصر کے وقت صلوۃ الخوف (حالتِ جنگ کی مخصوص نماز) ادا کی گئی۔

رسول اکرم ﷺ جنگ اور خونریزی سے بچنے کے لئے پہاڑی گھاٹیوں کے درمیان پُر پیچ راستہ اختیار کرتے ہوئے ثنیۃ المراء پہنچ گئے جہاں آپ ﷺ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ بعض صحابہ کرامؓ کے اٹھانے پر بھی نہ اُٹھی تو لوگوں نے کہا ''قصواء بگڑ گئی ہے''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قصواء کا قصور نہیں اور نہ ہی اسکی یوں بیٹھنے کی عادت ہے۔ اسے اس ذات نے روک دیا ہے جس نے اصحابِ فیل کو روک دیا تھا۔ اس وقت غالباً آپ ﷺ کو یہ اندازہ ہو چلا تھا کہ جو واقعہ خواب میں دکھایا گیا ہے، اس کے پورا ہونے کا ابھی وقت نہیں آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ لوگ آج کے دن ایسی جو بات

بھی کہیں گے جس میں شعائر اللہ کی تعظیم ہوتو میں اسے ضرور قبول کرلوں گا۔ پھر آپ ﷺ نے اونٹنی پر ایک آواز لگائی تو وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ آپ نے خالد بن ولید کی طرف سے ہٹ کر مکہ کے زیریں علاقے میں واقع حدیبیہ کے اس مقام پر نزول فرمایا جہاں پانی کی بڑی قلت تھی۔ خالد بن ولید کے آدمیوں اور قریش کے دیگر حامیوں نے پانی والی جگہوں پر پہلے ہی قبضہ کرلیا تھا۔ یہاں آپ ﷺ سے معجزے کا ظہور ہوا آپ نے لوگوں کو اپنے ترکش کا ایک تیر دیا کہ اسے کم پانی دینے والے چشمے میں ڈال دو۔ ایسا کرنے سے چشمے سے پانی لگا تار جوش مارتا رہا یہاں تک کہ تمام لوگوں نے اپنے برتنوں میں پانی نکالا اور سیراب ہوگئے۔

حدیبیہ میں قیام کے دوران بدیل بن ورقاء خزاعی (جو بعد میں مسلمان ہوگئے تھے) اپنے ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنوخزاعہ کا قبیلہ مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ بدیل بن ورقاء نے آپ ﷺ کو بتایا کہ قریش کے لوگ پوری قوت سے باہر نکل آئے ہیں اور پانی کی جگہوں پر انھوں نے قبضہ کرلیا ہے وہ کسی بھی قیمت پر آپ ﷺ کو مکے میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تو صرف عمرے کے لئے آئے ہیں کسی سے جنگ کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں لیکن اگر ہمیں عمرے سے روکا گیا تو ہم مزاحمت کریں گے پھر آپ ﷺ نے وہی بات دہرائی جو آپ نے پہلے بشر جاسوس کے سامنے کہی تھی۔ بدیل بن ورقاء آپ ﷺ کا پیغام لے کر مکہ میں پہنچے تو چند سمجھدار لوگوں کے سوا باقی سب نے ان کی بات سننے سے انکار کردیا۔

بدیل بن ورقاء کی بات سننے کے بعد قریش نے اپنی طرف سے آپ ﷺ کی جانب مکرز بن حفص کو بھیجا۔ آپ نے اسے دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ یہ بدعہد شخص ہے آپ ﷺ نے اس سے بھی وہی بات کہی جو اس سے پہلے آپ ﷺ بدیل بن ورقاء اور اس کے ساتھیوں سے کہہ چکے تھے۔ مکرز بن حفص نے واپس جا کر قریش کو پوری بات سے باخبر کیا۔ اب بنوکنانہ کا ایک شخص حلیس بن علقمہ قریش کی اجازت سے رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا۔ اسے آتے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ایسی قوم سے تعلق رکھتا ہے جو ہدی کے جانوروں کا بہت احترام کرتی ہے اسلئے ان جانوروں کو آزاد چھوڑ دو۔ صحابہ کرامؓ نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے خود بھی لبیک پکارتے ہوئے اسکا استقبال کیا وہ بولا ''سبحان اللہ ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا ہرگز مناسب نہیں'' اس نے قریش کے پاس جا کر اپنی یہی رائے دی تو وہ اور بھی بگڑ گئے۔ اس پر عروہ بن مسعود ثقفی قریش کی اجازت سے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس سے آپ ﷺ نے وہی بات دہرائی جو اس سے پہلے بدیل بن ورقاء اور اس کے ساتھیوں کو کہی گئی تھی۔ عُروہ نے کہا ''اے

محمد (ﷺ)! اگر آپ نے اپنی قوم کا صفایا کر دیا تو کیا آپ ﷺ نے اس سے پہلے بھی کبھی سنا ہے کہ کسی عرب نے اپنی ہی قوم کا صفایا کر دیا ہو۔ اگر دوسری صورت پیش آئی تو واللہ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے''۔ عروہ کی طرف سے اصحابِ رسول ﷺ کی یہ توہین و تنقیص حضرت ابو بکر صدیقؓ سے برداشت نہ ہو سکی اور اسے کہا ''جا تو لات کی شرمگاہ کو چوس، بھلا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگیں گے؟'' عُروہ کے پوچھنے پر لوگوں نے تعارف کرایا کہ یہ ابو بکر ہیں تو وہ کہنے لگا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں نے نہیں دیا ہے تو میں یقیناً تمہاری بات کا جواب دیتا''۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ رسول اکرم ﷺ کے قریب کھڑے تھے۔ ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھی۔ جب بھی عروہ اپنا ہاتھ عربوں کی عادت کے مطابق دورانِ گفتگو رسول اکرم ﷺ کی ریشِ مبارک کی طرف لے جاتا تو وہ تلوار کا دستہ اس کے ہاتھ پر مار کر کہتے کہ اپنا ہاتھ پیچھے رکھو، حضرت مغیرہؓ عُروہ کے بھتیجے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں حضرت مغیرہؓ کچھ لوگوں کے ساتھ تھے پھر انہیں قتل کر کے ان کا مال لے بھاگے تھے اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا تھا۔ رسول اکرم نے فرمایا تھا، تمہارا اسلام تو قبول ہے لیکن اس مال سے میرا کوئی سروکار نہیں۔ عروہ بن مسعود نے ان دنوں اپنے بھتیجے مغیرہ بن شعبہ کے حق میں بھاگ دوڑ کی تھی۔ اب عُروہ نے حضرت مغیرہؓ کو اسی بات کا طعنہ دیتے ہوئے کہا ''اے بدعہد! کیا تیری بدعہدی کے سلسلے میں، میں تمہاری خاطر دوڑ دھوپ نہیں کرتا رہا ہوں؟''۔

عروہ بن مسعود رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام کی عقیدت و محبت سے شدید متاثر ہوا اس نے واپس آکر قریش سے کہا ''واللہ! میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اسکی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد کے ساتھی محمد (ﷺ) کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ اگر وہ تھوکتے بھی تھے تو آپ کے ساتھی اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے تھے، جب وہ حکم دیتے تھے تو اسکی تعمیل کے لئے سب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے، جب وہ وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ وضو کے پانی کے لئے یہ لوگ آپس میں لڑ پڑیں گے، جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو سب اپنی آواز پست کر کے محبت بھری نظروں سے آپ کو دیکھتے ہوئے ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے، میرا خیال ہے کہ صلح کی جو تجویز انہوں نے دی ہے، اچھی تجویز ہے۔ اسے قبول کر لینا چاہئے''۔

ادھر قریش کے بعض جوشیلے لوگ صلح کے ہرگز خواہاں نہ تھے، چنانچہ پچاس کے قریب آدمیوں نے رات کی تاریکی میں جبل تنعیم سے اتر کر چپکے سے مسلمانوں میں گھسنے اور فتنہ کھڑا کرنے کی کوشش کی

لیکن رسول اللہ ﷺ کی حفاظت پر مامور دستے کے سردار حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

اب رسول اکرم ﷺ کا ارادہ یہ ہوا کہ اپنے کسی صحابی کو سفیر بنا کر اہل مکہ کے پاس بھیجیں۔ نظرِ انتخاب حضرت عمر فاروقؓ پر پڑی لیکن انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو بھیجنے کا مشورہ دیا کیونکہ ان کا تعلق بنو امیہ سے تھا جن کی بڑی تعداد مکے میں تھی اور قریش مکہ کے سردار ابوسفیان بن حرب کا تعلق بھی بنو امیہ سے ہی تھا۔ اس کے برعکس اگر حضرت عمرؓ کو وہاں بھیجا جاتا اور قریش کی طرف سے انہیں تکلیف پہنچائی جاتی تو کوئی بھی ان کی حمایت کے لئے باہر نہ نکلتا۔ آپ ﷺ نے اس مفید مشورے کو قبول فرماتے ہوئے حضرت عثمانؓ کو سفیر بنا کر بھیجا کہ قریش کو پھر بتا دو کہ مسلمان جنگ کے لئے نہیں بلکہ صرف عمرے کے لئے آئے ہیں اور انہیں دعوتِ اسلام بھی دو۔ نیز مکے میں ان مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو ہجرت سے معذور ہیں، یہ بشارت بھی سنا دو کہ تمہاری مشکلات کا دور ختم ہونے والا ہے انشاء اللہ مکہ عنقریب فتح ہو جائے گا۔

حضرت عثمانؓ پہلے ان لوگوں کے پاس گئے جو مقام بلدح میں مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے جمع تھے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ وہاں سعید بن عاص نے اٹھ کر آپ کو مرحبا کہا اور انہی کی امان میں آپ ان کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر مکے میں داخل ہوئے اور قریش کو آپ ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے آپ کو پیشکش کی کہ آپ اکیلے بیت اللہ کا طواف کر لیں لیکن ہم محمد (ﷺ) اور دوسرے مسلمانوں کو یہاں نہیں آنے دیں گے۔ آپ نے ان کی جانب سے طواف کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور ہرگز گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے طواف کرنے سے پہلے طواف کر لیں۔ خود رسول اکرم سے جب بعض لوگوں نے کہا کہ عثمان کو خوش قسمتی سے مکے میں بیت اللہ کے طواف کا موقع ہاتھ آ گیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عثمان میرے بغیر کبھی بھی طواف نہیں کرے گا۔ مکہ میں حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں سے ملاقات کر کے انہیں رسول اللہ ﷺ کی بشارت سنائی تو انہیں انتہائی مسرت ہوئی۔ حضرت عثمانؓ کی مکے میں موجودگی کے دوران تقریباً دس اور مسلمان بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ قریش کو جب مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے آدمیوں کی گرفتاری کا علم ہوا تو انہوں نے جواب میں حضرت عثمانؓ سمیت ان سب مسلمانوں کو مکے میں روک لیا اور قریش کی ایک جماعت نے وہاں سے نکل کر مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کی اور ان پر تیر اور پتھر پھینکے جس سے ایک صحابی حضرت ابن زنیمؓ شہید ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان حملہ آور قریشیوں کے دس سواروں کو پکڑ لیا۔ ساتھ ہی یہ خبر بھی مشہور ہو گئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔

اس خبر پر رسول اللہ ﷺ سخت غصے میں آ گئے اور آپ نے فرمایا کہ ہم خونِ عثمانؓ کا قصاص

لئے بغیر اس جگہ سے نہیں ٹلیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے جہاد کے لئے بیعت لی کہ میدانِ جنگ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے، بہت سے لوگوں نے موت پر بیعت کی کہ مر تو جائیں گے لیکن میدان نہیں چھوڑیں گے، سب سے پہلے حضرت سنان اسدیؓ نے بیعت کی، حضرت سلمہؓ بن اکوع نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے شروع میں، درمیان میں اور پھر آخر میں تین مرتبہ بیعت کی۔ رسول اکرم ﷺ یہ بیعت ببول کے ایک درخت کے نیچے لے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے دست مبارک تھام رکھا تھا اور حضرت معقلؓ بن یسار نے درخت کی بعض ٹہنیاں پکڑ کر آپ کے اوپر سے ہٹا رکھی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ کو پکڑ کر اسے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیا اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے ہوئے اسے حضرت عثمانؓ کی طرف سے بیعت قرار دیا۔ صرف جدّ بن قیس نامی ایک منافق نے بیعت نہیں کی جو اس سے بچنے کے لئے اپنے سرخ اونٹ کے پالان کے نیچے چھپ رہا تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں اس بیعت پر اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور بیعت کرنے والے صحابہ کرامؓ کو دین و دنیا کی کامیابی کی پے در پے بشارتوں سے نوازا۔ اسی لئے اسے بیعتِ رضواں کہا جاتا ہے۔

قریش مکہ کو اس بیعت کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت مرعوب ہوئے، انہوں نے صلح کے معاملات طے کرنے کے لئے سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزّیٰ اور مکرز بن حفص کو روانہ کیا۔ ان میں سے پہلے دو حضرات نے بعد میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان لوگوں کی صلح جویانہ مداخلت سے فریقین نے ان لوگوں کو آزاد کر دیا جنہیں انہوں نے کسی وجہ سے اب تک روک رکھا تھا۔ سہیل بن عمرو نے واپس جا کر بیعتِ رضوان میں شامل صحابہ کرامؓ کے جوش و خروش اور دینی جذبے کا ذکر کیا تو قریش مکہ نے مصالحت کے لئے اسی کو دوبارہ اس شرط پر رسول اللہ ﷺ کے پاس گفتگو کے لئے بھیجا کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں تاکہ اہلِ عرب میں یہ بات نہ پھیلے کہ ہم نے مسلمانوں کو مکے میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے بھرپور عزم و استقامت اور جوش و خروش کا مظاہرہ تو کیا لیکن انہیں وہاں داخل ہونے سے روک نہ سکے۔

سہیل بن عمرو کو دیکھتے ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اب تمہارا کام سہل کر دیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے اب صلح کا ارادہ کر لیا ہے کہ سہیل کو پھر بھیج دیا ہے آپ چہار زانو بیٹھ گئے، صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبادہؓ بن بشر اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ بطور محافظ آپ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ سہیل بن عمرو نے نہایت ادب سے گفتگو کا آغاز کیا جو دیر تک جاری رہی۔ صحابہ کرامؓ اس بات پر راضی نہ تھے کہ عمرہ کئے بغیر احرام کھول دیں اسلئے سہیل سے ان کی گرم و سرد گفتگو میں آوازیں کبھی بلند اور کبھی پست ہوئیں۔ عبادہؓ بن بشر نے سہیل کو ڈانٹا

کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آواز بلند نہ کریں۔ بالآخر رسول اکرم نے اس شرط کو قبول کرلیا کہ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ صلح نامہ لکھوانے کے لئے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا اور فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سہیل نے کہا ہم نہیں جانتے رحمٰن کیا ہے، آپ ﷺ ہمارے طریقے کے مطابق **باسمک اللھم** لکھیں۔ حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے ایسے ہی لکھ دیا اس کے بعد آپ نے لکھایا ''یہ وہ بات ہے جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی''۔ اس پر سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو آپ ﷺ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ ہی آپ سے جنگ کرتے آپ صرف محمد بن عبداللہ لکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو آپ کے اس ارشاد کی وجہ یہ تھی کہ حقیقت کسی تحریر کی محتاج نہیں ہوا کرتی اور نہ کوئی حقیقت کسی تحریر سے بدل سکتی ہے اسلئے صلح نامے سے رسول اللہ کا لفظ کاٹنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ سے شدید محبت اور عقیدت کی بنا پر حضرت اسید بن حضیر اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا کہ ہم ایسا نہیں کرنے دیں گے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو ہمارے اور ان کے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی دریں اثنا کچھ آوازیں ہر طرف سے بلند ہونے لگیں۔ رسول اکرم ﷺ نے باوجود امّی ہونے کے خود ہی قلم سے محمد بن عبداللہ کر دیا، آپ ﷺ نے یہ شرط رکھی کہ ہمیں طواف کرنے سے نہ روکا جائے لیکن سہیل نے کہا ایسے نہیں ہوسکتا، آپ ﷺ نے اسے بھی قبول فرمالیا۔ اس کے بعد سہیل نے یہ شرط رکھی کہ اہل مکہ سے جو شخص اپنے ولی کی اجازت کے بغیر آپ کے پاس آئے گا اسے واپس کرنا ہوگا اگرچہ اس نے اسلام قبول کرلیا ہو، مگر مسلمانوں سے اگر کوئی شخص بھاگ کر پناہ کی غرض سے قریش کے پاس آئے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شرط کو بھی قبول فرمالیا۔ اس پر عام مسلمانوں کو سخت پریشانی ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ہمارا کوئی آدمی ان کے پاس چلا جائے تو ہمیں اسکی ضرورت ہی کیا ہے، اسے اللہ نے خود ہی ہم سے دور کر دیا۔ ان کا جو آدمی ہمارے پاس آئے گا ہم اسے واپس بھی کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے سہولت کا کوئی راستہ نکال دے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ یہ صلح دس سال کے لئے ہوگی اور فریقین ایک دوسرے کے خلاف جنگ سے باز رہیں گے۔ مسلمان اس سال کی بجائے اگلے سال عمرہ کریں گے اور صرف تین دن کے لئے مکہ میں قیام کریں گے، اپنے ساتھ جو تلواریں لائیں گے وہ نیاموں میں بند ہونگی۔ جو عرب قبیلہ محمد (ﷺ) کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے، داخل ہو سکے گا اور جو قریش کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے داخل ہو سکے گا اور وہ بھی اس فریق کا جزو سمجھا جائے گا۔ اگر ایسے کسی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو اسے خود اس فریق پر زیادتی ٹھہرایا جائے گا۔

یہ شرائط بظاہر مسلمانوں کے مفاد میں نظر نہیں آرہی تھیں اسلئے صحابہ کرامؓ کو سخت ناگوار گذر رہی تھیں حضرت عمر بن خطابؓ سے رہا نہ گیا، رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ، کیا آپ اللہ تعالیٰ کے نبی برحق نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا'' پھر ہم ان ذلّت آمیز شرائط کو کیوں قبول کریں اور کیوں عمرہ کئے بغیر واپس لوٹ جائیں جب تک اللہ تعالیٰ جنگ کے ساتھ ہمارا کوئی فیصلہ نہ کردے؟ آپ ﷺ نے فرمایا'' میں اللہ کا بندہ اور اسکا رسول ہوں ہرگز اس کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا وہ میری مدد کرے گا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا'' پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا'' کیا آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کی زیارت اور اس کا طواف کریں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا'' کیوں نہیں۔ لیکن کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم اسی سال کریں گے؟'' حضرت عمرؓ بولے'' نہیں'' آپ ﷺ نے فرمایا'' تم بہر حال بیت اللہ تک پہنچو گے اور اسکا طواف کرو گے''۔ حضرت عمرؓ اسی رنجیدہ حالت میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی اوپر والا مکالمہ ہوا اور انھوں نے بھی بالکل اسی طرح کا جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ رسول اللہ کی رکاب تھامے رہو یہاں تک کہ موت آجائے کیونکہ اللہ کی قسم آپ حق پر ہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی حضرت عمرؓ کو سمجھایا اور کہا کہ شیطان کے شرّ سے اللہ کی پناہ مانگو۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں حضرت عمرؓ کا یہ مکالمہ غالباً سہیل بن عمرو کے چلے جانے کے بعد ہوا تھا۔

صلح نامے کی شرائط ابھی ابھی طے ہوئی تھیں کہ سہیل بن عمرو کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ اپنی بیڑیاں گھسیٹتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ وہ مسلمان ہو گئے تھے اسلئے قریش مکہ نے انہیں قید کر رکھا تھا۔ وہ وہاں سے کسی طرح نکل بھاگے تھے۔ سہیل نے کہا کہ ابو جندل کو معاہدے کے مطابق واپس کیا جائے اسے بتایا گیا کہ ابھی صلح نامہ پر دستخط نہیں ہوئے ہیں اور فی الحال یہ غیر مؤثر اور نامکمل ہے لہذا ابو جندل پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، سہیل بن عمرو نے کہا کہ پھر ہماری آپ سے صلح ہو ہی نہیں سکتی۔ رسول اکرم ﷺ نے سہیل سے فرمایا کہ میری خاطر ہی اسے چھوڑ دو مگر سہیل نہ صرف اپنی ضد پر قائم رہا بلکہ اس نے ابو جندل کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ بھی رسید کر دیا اور اسے قمیص کے گلے سے پکڑ کر کھینچا۔ ابو جندل نے وہ زخم دکھائے جو قریش نے انہیں لگائے تھے اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اے مسلمانو کیا تم پھر مجھے مشرکین کے پاس لوٹا دو گے؟ رسول اکرم ﷺ نے مظلوم ابو جندل کو صبر کی تلقین فرمائی کہ اللہ ان کے لئے اور ان کے ساتھ دوسرے کمزور مسلمانوں کے لئے بھی فراخی اور پناہ کی جگہ بنا دے گا۔ ہم

قریش سے صلح کر چکے ہیں اسلئے معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ مسلمان تو اس معاہدے کی شرائط پر پہلے ہی سخت رنجیدہ تھے کہ حضرت ابو جندلؓ والے اس واقعے نے ان کے زخموں پر مزید نمک پاشی کا کام کیا۔ حضرت عمرؓ تیزی سے ابو جندل کے پاس پہنچے اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہہ رہے تھے ''اے ابو جندل! صبر سے کام لو یہ مشرک ہیں ان کا خون تو کتے کا خون ہے'' اور اسی دوران اپنی تلوار کا دستہ بھی اس امید پر ابو جندل کے قریب کرتے رہے کہ وہ اپنے باپ کو قتل کر دے لیکن بقول حضرت عمرؓ، ابو جندل نے اپنے باپ کے معاملے میں بخل سے کام لیا، صلح نامہ بہرحال مکمل ہو گیا، اس پر مسلمانوں کی طرف سے حضرت ابو بکر، عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کے دستخط ہوئے، قریش مکہ کی طرف سے سہیل بن عمرو اور اس کے چند ساتھیوں نے دستخط کئے۔

صلح نامے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ سب اپنی قربانی کے جانور ذبح کریں اور سر کے بال منڈوا کر احرام کھول دیں۔ صلح نامے کی شرائط پر صحابہ کرامؓ شدید غمگین اور افسردہ تھے، اس حالت میں کوئی بھی نہ اٹھا، آپ مغموم ہوئے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پاس آگئے، ان سے اپنے رنج کا اظہار فرمایا تو انھوں نے نہایت دانشمندانہ مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ سب سے پہلے آپ خود اپنا جانور ذبح فرمائیں اور سب کے سامنے حجام کو بلا کر حلق کرا کے احرام کھول دیں۔ آپ ﷺ نے مشورہ قبول فرماتے ہوئے اس پر عمل کیا تو صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے قربانی کے جانور ذبح کئے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اس کے باوجود شدتِ غم سے ان کا حال یہ تھا کہ شاید وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے۔ اس موقع پر گائے اور اونٹ سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ اونٹ ذبح کیا جو کسی زمانے میں ابو جہل کے پاس تھا تا کہ مشرکین کو رنج ہو۔ آپ ﷺ نے حلق کرانے (بال منڈوانے) والوں کے لئے تین مرتبہ اور قصر (بال کٹوانے) والوں کے لئے ایک مرتبہ دعائے مغفرت فرمائی۔ حضرت کعبؓ بن عجرہ کے بارے میں حکم نازل ہوا کہ جو شخص کسی اذیت اور مرض وغیرہ کی وجہ سے اپنا سر حالتِ احرام میں منڈوالے تو وہ روزہ، صدقہ یا ذبیحہ کے ذریعے فدیہ ادا کرے۔

معاہدے کے بعد قریش مکہ کی طرف سے کچھ مسلمان عورتیں آگئیں۔ قریش مکہ نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن ان کا یہ مطالبہ اس بنا پر مسترد کر دیا گیا کہ معاہدے کے متعلقہ حصے میں ''رجل (مرد)'' کا لفظ ہے۔ اسی سلسلے میں سورہ ممتحنہ کی آیت بھی نازل ہوئی جس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ اگر تمہارے پاس مؤمنہ عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو، اللہ ان کے ایمان کو زیادہ جانتا ہے

پھر" اگر تمہیں معلوم ہو کہ وہ واقعی ایمان لا چکی ہیں تو تم انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ نہ یہ عورتیں کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لئے حلال ہیں البتہ ان کے کافر خاوندوں نے جو مہر انہیں دئے تھے وہ انہیں واپس کردو، پھر اگر تم ان عورتوں سے نکاح کر لو تو کوئی حرج نہیں جب کہ تم انہیں ان کے مہر ادا کرو اور کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو"۔ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں نے اپنی کافر عورتوں کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ کے نکاح میں دو کافر عورتیں تھیں جنھیں آپ نے طلاق دیدی۔

حدیبیہ کے مقام پر رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے کوئی بیس دن قیام کیا پھر مدینے کی طرف واپس ہوئے۔ مرّ الظہر ان پھر عسفان پہنچے۔ وہاں آپ ﷺ نے ایک دستر خوان بچھا کر سب کو حکم دیا کہ جس کے پاس کھانے کا جو کچھ سامان ہے وہ یہاں جمع کردے۔ آپ ﷺ کی دعا سے اس کھانے میں اس قدر برکت ہوئی کہ سب نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچا رہا جسے انھوں نے اپنے برتنوں میں بھر لیا۔ یہاں آپ ﷺ کا یہ دوسرا معجزہ ظاہر ہوا۔ جب آپ کراع الغمیم کے مقام پر پہنچے تو سورہ فتح نازل ہوئی جس میں صلح نامہ حدیبیہ کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین قرار دیا۔ آپ ﷺ نے سب صحابہ کرامؓ کو عموماً اور حضرت عمر فاروقؓ کو خصوصاً مطلع فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے فرطِ حیرت اور مسرت سے عرض کیا" یارسول اللہ! کیا یہ فتح مبین ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا" قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ فتح مبین ہے" اب سب صحابہ کرامؓ بشمول حضرت عمرؓ پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ بعد میں جب سے مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا میں برابر صدقہ و خیرات کرتا رہا ہوں، روزے رکھتا اور نماز پڑھتا رہا ہوں اور غلام آزاد کرتا رہا ہوں یہاں تک کہ اب مجھے خیر کی امید ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ابتدا میں صحابہ کرامؓ کا صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط پر سخت رنجیدہ ہونا ان کے مومن کامل ہونے پر زبردست دلیل ہے۔ ان کا رنج و غم اسی لئے تو تھا کہ معاہدہ انہیں مسلمانوں کے لئے بظاہر نقصان دہ نظر آرہا تھا، منافق تو مسلمانوں کے نقصان اور ان کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے، صحابہ کرامؓ کا خیال یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ طبعی نرم خوئی کی بنا پر وحی کے بغیر محض اپنے اجتھاد سے یہ شرائط تسلیم کر رہے ہیں اسلئے عین ممکن ہے کہ بذریعہ وحی یہ منسوخ ہو جائیں۔ انھوں نے اپنے طور پر یہ یقین کر رکھا تھا کہ عمرہ اسی سال ہوگا مگر صلح نامے کی شرائط کو دیکھتے ہوئے ان کا یہ یقین شک میں بدل رہا تھا، انہیں رسول اکرم ﷺ کی رسالت اور اسلام کی حقانیت پر (معاذ اللہ) ہرگز کوئی شک نہیں تھا، چنانچہ جب رسول اکرم ﷺ نے واضح فرما دیا کہ عمرے کے لئے سال کی تعیین آپ ﷺ نے نہیں فرمائی تھی اور بعد میں جب سورہ فتح میں اس صلح نامہ کو فتح مبین قرار دیا گیا تو یہ بشارت ان کے لئے

سخت حیرت انگیز ہونے ساتھ ساتھ انتہائی پرمسرت بھی تھی۔ اسی سورہ فتح میں اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کی بے حد مدح فرمائی کہ ان کی مثالیں تو تورات اور انجیل میں بھی آچکی ہیں، ان سے اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا اور قرآن کریم ہی سے ثابت ہے کہ اللہ فاسقوں سے راضی نہیں ہوا کرتا، ان صحابہ کرامؓ کو سورہ فتح میں دین و دنیا میں فلاح وکامرانی کی لگاتار بشارتوں پر بشارتیں سنائیں، یوں ان حضرات کے خلاف بدگمانی کے تمام دروازے اللہ تعالیٰ نے بند کردیئے ورنہ ناحق بدگمانی سے تو سیدنا حضرت علیؓ بھی محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو احرام کھولنے اور قربانی کے جانور ذبح کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا تو سیدنا حضرت علیؓ سمیت پہلے پہل کوئی بھی نہیں اٹھا تھا۔

بعد کے حالات نے پوری طرح ثابت کردیا کہ صلح حدیبیہ مسلمانوں کے لئے انتہائی مفید بلکہ کھلی فتح ہے۔ اب تک قریش مکہ مسلمانوں کے وجود ہی کو برداشت نہیں کرتے تھے، مدینہ کی نوخیز اسلامی ریاست کا استیصال ان کی اولین ترجیح تھا، اس معاہدے سے انہوں نے بین السطور مدنی ریاست کو تسلیم کرلیا، صلح نامہ طے ہونے سے پہلے قریش مکہ نے جس بیجا ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا تھا اس سے خود ان کے سمجھدار طبقے نے بیزاری ظاہر کی اور ان میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔ بدیل بن ورقاء خزاعی اپنے ساتھیوں سمیت ان سے الگ ہوگئے۔ بعد میں عروہ بن مسعود اپنی جماعت لے کر ان سے علیحدہ ہوگئے۔ ان لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے صحابہ کرامؓ کی حیرت انگیز عقیدت ومحبت اور اسلام پر ان کی بے مثال استقامت وعزیمت کا مشاہدہ کیا تو شعوری اور غیر شعوری طور پر اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ عروہ بن مسعود اور پھر سہیل بن عمرو نے اپنے زمانۂ کفر میں صحابہ کرامؓ کی رسول اکرم ﷺ سے لازوال محبت وعقیدت کا جو نقشہ مشرکین مکہ کے سامنے کھینچا اس سے خوارج وروافض کے لئے عبرت کا بڑا سامان موجود ہے۔

جدال وقتال کا سلسلہ بند ہونے سے نہ صرف قریش مکہ بلکہ دیگر قبائل کو مسلمانوں سے بلا روک ٹوک روابط کے مواقع حاصل ہوئے جس سے ان کے دل اسلام قبول کرنے کی طرف مائل ہونے لگے اور تھوڑے ہی عرصے میں ان کی تعداد میں قابل ذکر اضافہ ہوا۔ چنانچہ دو ہی سال کے بعد آٹھ ہجری میں جب رسول اکرم ﷺ مکہ فتح کرنے کے لئے نکلے تو آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر جرار تھا، حالانکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے ہمراہ صرف چودہ سو یا اس سے کچھ زائد صحابہ کرامؓ تھے۔

امن حاصل ہونے پر رسول اکرم ﷺ کو موقع ملا تو آپ نے اردگرد کے حکمرانوں کو بذریعہ خطوط اسلام کی دعوت دی۔ خیبر کے یہودی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں مغلوب

ومقہور کر دیا کہ اب قریش مکہ ان کی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ غطفانی بدو قبائل نے اگرچہ کچھ عرصے تک اپنی شورش جاری رکھی لیکن وہ بھی نہ صرف مغلوب ہوئے بلکہ اسلام اور مسلمانوں سے متاثر بھی ہوئے۔ انہوں نے بجا طور پر محسوس کر لیا کہ صلح حدیبیہ اور پھر غزوۂ خیبر کے بعد وہ اب بے یار و مددگار رہ گئے ہیں۔ اس لئے انہیں اپنی سابقہ روش کو چھوڑ کر بتدریج مثبت رویہ اختیار کرنا پڑا۔

شروع شروع میں مسلمانوں کے لئے صلح نامے کی یہ شرط نہایت تکلف دہ تھی کہ اگر قریش مکہ کی طرف سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس چلا آئے تو اسے واپس کرنا ہوگا۔ ایسے مظلوم لوگوں کا مسئلہ بعد میں یوں حل ہو گیا کہ حضرت ابو بصیرؓ اسلام قبول کرنے کے بعد مدینہ آ گئے، قریش مکہ نے اپنے دو آدمی بھیج کر معاہدے کے مطابق ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ ابو بصیرؓ کو ان کے حوالے کر دیا گیا، جب وہ ذوالحلیفہ پہنچے تو حضرت ابو بصیرؓ نے ان میں سے ایک شخص کی تلوار حیلے سے حاصل کر لی اور اسے فوراً قتل کر ڈالا، اس کا دوسرا ساتھی خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلا، اس نے مدینے میں مسجد نبوی میں پناہ لی۔ اتنے میں ابو بصیرؓ بھی واپس مدینہ پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے آپ ﷺ کا عہد پورا کر دیا آپ ﷺ نے تو مجھے ان کی طرف لوٹا دیا تھا، پھر اللہ نے مجھے ان سے نجات دلا دی ہے۔ اب ابو بصیرؓ مدینہ سے نکل کر ساحلِ سمندر پر آ گئے کچھ عرصے کے بعد حضرت ابو جندلؓ بھی قریش مکہ سے نکل بھاگے اور ابو بصیرؓ سے آ ملے۔ اب قریش کا جو شخص بھی اسلام قبول کرتا وہ بھی انہی کے پاس پہنچ جاتا۔ اس طرح ایسے نومسلموں کی اچھی خاصی جماعت تیار ہو گئی جو ساحلِ سمندر کے قریب سے گزرنے والے قریش کے تجارتی قافلوں کے لئے بہت بڑی مصیبت بن گئی۔ بالآخر قریش نے تنگ آ کر رسول اکرم ﷺ کو اللہ کا اور قرابت کا واسطہ دیا کہ ان لوگوں کو مدینہ بلا لیا جائے۔ ہم اپنی اس شرط سے باز آئے کہ ایسے لوگوں کو ہمارے پاس بھیجا جائے۔ آئندہ یہ مدینے ہی میں رہیں۔

صلح حدیبیہ اور اس کے متعلقات سے فراغت کے بعد رسول اکرم ﷺ اواخر رجب/اوائل شعبان ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر ذی قعدہ/اوائل ذی الحجہ ۶ ہجری قمری بمطابق اوائل اگست ۶۲۸ عیسوی جیولین مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔

۱۲۔ سلاطین اور حکمرانوں کو دعوتی خطوط:

صلح نامہ حدیبیہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے مدینے میں شعبان ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق

ذی الحجہ ۶ ہجری قمری بمطابق اپریل رمئی ۶۲۸ عیسوی جیولین سے ذی الحجہ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الثانی ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کوئی پانچ ماہ تک مدینے میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پہلے غزوہ قرد اور پھر غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے گئے۔ غزوہ خیبر محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر راکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مدینے میں کوئی پانچ ماہ کے قیام کے دوران آپ ﷺ کو اردگرد کے ملوک وسلاطین کو اسلام کی دعوت دینے کا موقع ملا اور اس مقصد کے لئے اپنے بعض اصحابؓ کے ذریعہ انہیں دعوتی خطوط ارسال فرمائے۔ دو تقویمی التباس کی بنا پر سیرت نگاروں نے غزوہ خیبر کے محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی کو خالص قمری تقویم کا محرم سمجھ لیا۔ چونکہ آپ کی صلح نامہ حدیبیہ کے بعد مراجعت اوائل ذی الحجہ ۶ ہجری قمری میں ہوئی تھی اس لئے اکثر و بیشتر یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ سب دعوتی خطوط لازماً ذی الحجہ ۶ ہجری میں یا اوائل محرم ۷ ہجری تک یقیناً بھیجے جا چکے تھے حالانکہ فی الواقع ایسا ہونا ضروری نہیں۔

ان مکاتیب کے لئے رسول اکرم ﷺ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی جس میں محمد رسول اللہ تین سطروں میں یوں کندہ تھا کہ سب سے اوپر لفظ ''اللہ'' درمیان میں لفظ ''رسول'' اور نچلی سطر میں لفظ ''محمد'' تھا۔

(الف) نامه مبارك بنام هرقل قيصرِ روم :

ہرقل قیصرِ روم کے پاس رسول اکرم ﷺ کا نامۂ مبارک حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی لے کر گئے تھے۔ خط کا مضمون یہ ہے

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبد الله و رسوله الىٰ هرقل عظيم الرّوم، سلام علىٰ من اتّبع الهُدىٰ، امّا بعد، فانّى ادعوك بدعاية الاسلام اَسْلِم تَسْلَمْ يؤتك الله اجرك مرتين، فان تولّيت فانّ عليك اثم الاريسيين، يا اهل الكتاب تعالوا الىٰ كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الّا الله ولا نشرك به شيئاً ولا يتّخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله، فان تولّوا فقولوا اشهدوا بانّا مسلمون۔ (۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ﷺ کی جانب

سے ہرقل عظیم روم کی طرف، اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، اسلام لاؤ سالم رہو گے۔ اللہ تعالیٰ تجھے دوبارا اجر دے گا اور اگر تو نے منہ پھیرا تو تجھ پر اریسیوں (رعایا) کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہلِ کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کی بجائے ہم ایک دوسرے کو (اپنا) رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

قیصرِ روم اس وقت ایلیاء (بیت المقدس) میں تھا۔ جب اسے اپنے ماتحت حکمران حارث غسانی والئ بُصریٰ کی وساطت سے رسول اللہ ﷺ کا والا نامہ ملا تو ان دنوں ابوسفیان اتفاقاً قریش کا ایک تجارتی قافلہ لے کر شام کے علاقے میں گئے ہوئے تھے۔ ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ابوسفیان کو ان کے ساتھیوں سمیت بلا بھیجا اور عالی شان دربار منعقد کر کے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان سے متعدد سوالات پوچھے جن کے ابو سفیان نے بالترتیب جوابات دیئے تو ہرقل نے یوں تبصرہ کیا کہ میں نے تم سے اس شخص (رسول اکرم ﷺ) کا نسب پوچھا تو تم نے بتایا کہ وہ اونچے نسب کا ہے۔ واقعی پیغمبر اونچے نسب کے خاندانوں سے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا اس سے پہلے بھی تمہاری قوم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ اگر پہلے کسی اور نے ایسی بات کہی ہوتی تو میں خیال کرتا کہ اس سے پہلے کہی گئی ایک بات کی نقالی کی جارہی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے، تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ اگر اس کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ اسے اپنے باپ کی بادشاہت مطلوب ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس شخص کو تم نے کبھی جھوٹا پایا ہے، تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں جو شخص لوگوں پر جھوٹ بولتا ہو تو ناممکن ہے کہ وہ اللہ پر جھوٹ نہ بولے۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ بڑے لوگ اسکی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور، تو تم نے بتایا کہ کمزوروں نے اسکی پیروی کی ہے۔ واقعی یہی لوگ پیغمبروں کے اولین پیروکار ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اس دین میں داخل ہونے کے بعد لوگ اس سے برگشتہ ہو کر مرتد بھی ہوتے ہیں؟ تو تم نے نفی میں جواب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ایمان کی بشاشت دلوں میں گھس جائے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں

نے تم سے پوچھا تھا کہ وہ بدعہدی بھی کرتا ہے؟ تو تم نے نفی مین جواب دیا۔ واقعی پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا تھا کہ وہ کن باتوں کا حکم دیتا ہے؟ تو تم نے بتایا کہ وہ تمہیں ایک اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانے کا حکم دیتا ہے۔ بت پرستی سے منع کرتا ہے۔ نماز، سچائی، تقویٰ و پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ تم نے جو کچھ بتایا ہے اگر یہ صحیح ہے تو بہت جلد یہ شخص اس جگہ تک پہنچ جائے گا جہاں میرے یہ دونوں قدم ہیں۔ مجھے یہ تو معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے لیکن یہ خیال نہیں تھا کہ تم میں سے ہوگا۔ اگر میں اس شخص کے پاس پہنچ سکتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا۔ اس گفتگو کے بعد ہرقل نے رسول اکرم ﷺ کا نامہ مبارک منگا کر پڑھا۔ جب وہ خط پڑھ کر فارغ ہوا تو اس کے اہلِ دربار اور پادریوں نے، جو پہلے ہی ہرقل کی گفتگو سے سخت برہم تھے، ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے خوب شور مچایا اور ہر طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں۔ اس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو دربار سے باہر کر دیا گیا۔ ہرقل نے اپنے لوگوں سے کہا کہ میرا مسلمان ہونے کا ارادہ نہیں میں تو تمہاری آزمائش کر رہا تھا۔ اعتراف حق کے باوجود حکومت کے لالچ نے اسے قبول حق سے باز رکھا، تاہم اس نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت دحیہ کلبیؓ کا احترام کیا اور انہیں مال اور پارچہ جات سے نوازا۔ جب حضرت دحیہ کلبیؓ تحائف لیکر واپس آ رہے تھے تو قبیلہ جذام کے لوگوں نے حسمیٰ کے مقام پر ڈاکہ ڈال کر یہ تحائف ان سے چھین لئے اسی سلسلے میں بعد میں سریہ حسمیٰ پیش آیا جس کا حال سال ۷ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات و حوادث میں مذکور ہوگا۔ ہرقل سے گفتگو کے دوران ابوسفیان کا با عتراف خود رسول اکرم ﷺ کے متعلق جھوٹ بولنے کو دل بہت چاہا تھا لیکن اس خیال سے جھوٹ نہ بولا کہ ساتھی فی الحال تو اس پر راضی ہوں گے لیکن دل میں یہ کہیں گے کہ ہمارا سردار جھوٹ بھی بولتا ہے۔ ہرقل نے جب پوچھا تھا کہ کیا اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) نے کبھی بدعہدی کی ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا تھا ''نہیں'' البتہ ہم لوگ اس کے ساتھ صلح کر چکے ہیں معلوم نہیں کہ وہ اس پر قائم رہے گا یا نہیں''۔ ابوسفیان کا کہنا ہے کہ اس جملے کے سوا مجھے اپنی طرف سے کہیں بھی دوران گفتگو کچھ شامل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

(ب) کسرائے ایران خسرو پرویز کے نام خط:

حضرت عبداللہ بن حذافہؓ اس نامۂ مبارک کو لے کر گئے تھے۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، من محمّد رسول اللہ الیٰ کسریٰ عظیم فارس، سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و اٰمن باللہ و رسولہ و

شهد ان لآاله الّا الله وحده لا شريك له و انّ محمّداً عبده و رسوله وادعوك بدعا الله فانّي انا رسول الله الى النّاس كافّة لانذر من كان حيّا و يحقّ القول على الكافرين، فان تسلم تسلم و ان ابيتَ فان اثم المجوس عليك۔ (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب، اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے (کفر کے برے انجام سے) ڈراؤں اور کافروں پر حق ثابت ہو جائے۔ اگر تو اسلام لائے تو سالم (محفوظ) رہے گا اور اگر تو نے انکار کیا تو مجوسیوں کا گناہ (بھی) تجھ پر ہو گا۔

کسریٰ نہایت متکبر تھا۔ خط کی ابتدائی سطور پڑھ کر ہی سخت برہم ہوا اور یہ کہتے ہوئے خط پھاڑ دیا کہ (بقول اس بدبخت کے) میری رعایا کے ایک ادنیٰ غلام نے اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھنے کی جسارت کیسے کی ہے؟۔ اس کے بعد اس نے اپنے ماتحت حکمران باذان والیٔ یمن کو لکھا کہ اپنے ہاں سے دو توانا اور طاقتور آدمی بھیج کر اس شخص (محمد ﷺ) کو میرے پاس لے آؤ۔ یہ دونوں آدمی رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں اور مونچھیں بڑھائی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی اس حالت پر ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے پوچھا کہ تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے رب (مالک یعنی کسریٰ) نے ہمیں اسکا حکم دے رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب (اللہ تعالیٰ) نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرانے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو باذان کا خط دیا کہ ہمیں آپ کو کسریٰ کے پاس لے جانے کا حکم ہے۔ ان دونوں نے آپ ﷺ سے کچھ دھمکی آمیز باتیں بھی کیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ تم کل میرے پاس آؤ۔ اگلے روز جب وہ دونوں حاضرِ خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا کہ جاؤ میرے رب (اللہ تعالیٰ)

نے تمہارے رب (کسریٰ) کو ہلاک کر دیا ہے۔ یہ لوگ باذان کے پاس واپس گئے اور اسے باخبر کیا۔ دریں اثناء باذان کے پاس ایران کے کسریٰ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ کا خط پہنچ گیا کہ میں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے، اب سب لوگ میری اطاعت کریں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ جس شخص کو پکڑ کر لانے کا میرے باپ نے تمہیں حکم دیا تھا، اسے فی الحال نہ چھیڑا جائے۔ اس پر باذان اور یمن میں موجود اس کے ساتھیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت عبداللہؓ بن حذافہ نے واپس آکر جب آپ ﷺ کو بتایا کہ کسریٰ نے نامۂ مبارک کو پھاڑ ڈالا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا "مَزَّقَ ملکه" یعنی اس نے اپنی سلطنت کو پھاڑ ڈالا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا۔ بقول طبری و دیگر مئورخین کسریٰ کے قتل کا یہ واقعہ منگل کی رات ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کا ہے۔ یہ قمری تقویم کی تاریخ ہے جس کے بالمقابل قمریہ شمسی تاریخ ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بنتی ہے۔ عیسوی جیولین کے مطابق یہ ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کی درمیانی شب کا واقعہ ہے۔ مزید وضاحت توقیتی مباحث میں آئے گی۔

(ج) مقوقس والی مصر و اسکندریہ کے نام خط :

حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ اس نامہ مبارک کو لے کر گئے تھے۔ والی مصر کا لقب مقوقس اور نام جریج بن مینا (القبطی) تھا۔ جریج دراصل جارج (George) کا مُعرب ہے۔ مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے اسکا نام بنیامین لکھا ہے نامۂ مبارک کا مضمون یہ ہے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اما بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لاؤ سالم رہو گے اور اسلام لاؤ اللہ تمہیں دو مرتبہ اجر دے گا لیکن اگر تم نے منہ پھیرا تو تم پر (باقی) اہل قبط کا (بھی) گناہ ہوگا۔ اے اہل قبط! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کچھ لوگ دوسرے کچھ لوگوں کو اللہ کی بجائے رب نہ بنائیں پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم (تو) مسلم ہیں"۔ (۳)

رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے خط پہنچا کر مقوقس کو سمجھایا کہ آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص گزر چکا ہے جو انا ربکم الاعلیٰ (میں ہی تمہارا اعلیٰ پروردگار ہوں) کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اگلوں اور پچھلوں کے لئے عبرت بنا دیا۔ پہلے اس کے ذریعے لوگوں سے انتقام لیا اور پھر خود اسے انتقام کا نشانہ بنایا لہٰذا آپ اس سے عبرت پکڑیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ آپ سے عبرت پکڑیں۔

مقوقس نے کہا کہ ہمارا اپنا ایک دین ہے جب تک اس سے بہتر دوسرا کوئی دین ہمیں نہ ملے ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے۔ اس پر حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو دین اسلام کی دعوت دیتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام ادیان کے مقابلے میں کافی بنادیا ہے۔ جب نبی ﷺ نے اس دین کی دعوت دی تو قریش نے شدید مخالفت اور یہود نے شدید عداوت دکھائی لیکن نصاریٰ محبت و مودّت کے ساتھ قریب تر رہے۔ میری عمر کی قسم جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی (تشریف آوری) کی بشارت دی اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کی بشارت دی ہے۔ ہم تمہیں قرآن مجید کی اسی طرح دعوت دیتے ہیں جس طرح آپ اہلِ تورات (یہودیوں) کو انجیل کی دعوت دیتے ہیں، جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہ قوم اسکی امت بن جاتی ہے اور اس پر اس نبی کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے، آپ نے اس نبی کا زمانہ پالیا ہے ہم آپ کو دینِ مسیح سے روکتے نہیں بلکہ ہم تو اسی کا حکم دیتے ہیں۔ مقوقس نے کہا کہ میں نے اس نبی کے متعلق غور کیا مجھے ایسی کوئی رغبت محسوس نہیں ہوئی اگرچہ وہ کسی پسندیدہ بات سے روکتے نہیں اور کسی ناپسندیدہ بات کا حکم دیتے نہیں۔ نہ وہ گمراہ جادوگر ہیں اور نہ جھوٹے کاہن۔ ان میں تو نبوت کی علامت پائی جاتی ہے، میں مزید غور کروں گا۔ مقوقس نے رسول اکرم ﷺ کے نامۂ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر اور مہر لگا کر اپنی ایک لونڈی کے حوالے کردیا کہ خزانے میں محفوظ رہے۔ جواب میں اس نے یہ خط لکھا ''محمد ﷺ بن عبداللہ کے لئے مقوقس عظیم قبط کی طرف سے۔ آپ پر سلام ہو، امّا بعد! میں نے آپ کا خط پڑھا۔ آپ کی بات اور دعوت کو سمجھا۔ مجھے یہ علم ہے کہ ابھی ایک نبی کی آمد باقی ہے میرا خیال تھا کہ وہ ملکِ شام سے ظاہر ہوگا، میں نے آپ کے قاصد کا احترام کیا ہے، میں آپ کی خدمت میں دو لونڈیاں بھیج رہا ہوں جنھیں قبطیوں میں بڑا مرتبہ حاصل ہے، کچھ کپڑے بھی بھیج رہا ہوں اور آپ کی سواری کے لئے ایک خچر بھی ہدیہ کر رہا ہوں اور آپ پر سلام'' (۴) تاہم مقوقس نے اسلام قبول نہیں کیا۔ دونوں لونڈیاں ماریہ اور سیرین تھیں۔ حضرت ماریہؓ کو آپ نے اپنے پاس رکھا جن سے آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ سیرین کو حضرت حسانؓ بن ثابت کے حوالے کردیا۔ ان دونوں لونڈیوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ خچر کا نام دُلدُل تھا جو آپ ﷺ کے زیرِ استعمال رہا، یہ خچر حضرت معاویہؓ کے دور تک باقی رہا۔

(د) ہوذہ بن علی والئی یمامہ کے نام خط:

یہ خط حضرت سلیطؓ بن عمرو عامری کے ہاتھوں بھیجا گیا تھا جس کا مضمون یہ تھا ''بسم اللہ الرحمٰن

الرحیم۔محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوزہ بن علی کی جانب، سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی پہنچ کی آخری حد تک غالب رہے گا۔ اسلئے اسلام لے آؤ سالم رہو گے اور تمہارے ماتحت جو کچھ ہے اسے میں تمہارے لئے بحال رکھوں گا''۔(۵)

ہوزہ بن علی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر کا احترام تو کیا لیکن اسلام نہ لایا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ آپ ہمیں جس چیز کی دعوت دیتے ہیں اسکی بہتری اور عمدگی کا کیا کہنا، اور عرب پر میری ہیبت بیٹھی ہوئی ہے اسلئے اپنی کچھ حکومت میرے سپرد کردیں میں آپ کی پیروی کروں گا''۔

اس نے حضرت سلیطؓ کو کچھ تحائف بھی دیئے۔ جب وہ یہ تحائف لے کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ہوزہ بن علی کا خط پڑھ کر فرمایا کہ اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگے تو میں نہیں دوں گا۔ وہ خود بھی تباہ ہوگا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی تباہ ہوگا۔ فتح مکہ سے واپسی پر آپ ﷺ کو بذریعہ جبریلؑ اطلاع ہوئی کہ ہوزہ مر چکا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ یمامہ میں ایک کذّاب ظاہر ہونے والا ہے جو میرے بعد قتل کیا جائے گا۔ ایک شخص کے پوچھنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی اسے قتل کریں گے۔ بعد میں ایسا ہی ہوا۔

(ھ) حارث بن ابی شمر غسّانی والی دمشق کے نام خط:

یہ خط حضرت شجاعؓ بن وھب الاسدی لے کر گئے اس کا مضمون یہ تھا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد ﷺ رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام۔ سلام اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور اس پر ایمان لائے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ ایک اللہ پر ایمان لاؤ جس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہارے لئے تمہاری حکومت باقی رہے گی''۔(۶)

حارث اس نامۂ مبارک کو پڑھ کر اسلام نہ لایا بلکہ برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ سے میری حکومت کون چھین سکتا ہے؟ میں اس پر حملہ آور ہونے والا ہوں، حضرت شجاعؓ نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حارث عنقریب دیکھ لے گا کہ اس کا ملک ہلاک ہوا۔

(و) منذر بن ساویٰ والئ بحرین کے نام خط:

یہ خط حضرت علاءؓ بن الحضرمی کے ذریعے بھیجا گیا۔ منذر بن ساویٰ نے اسلام قبول کیا اور جواب میں لکھا کہ آپ (رسول اکرم ﷺ) کا والا نامہ پڑھ کر لوگوں کو سنایا گیا۔ بعض لوگوں نے اسلام کو

محبت اور پاکیزگی سے دیکھا اور اسے قبول کرلیا اور بعض نے ناپسند کیا۔ میرے علاقے میں یہود و مجوس بھی موجود ہیں، ان کے متعلق اپنا حکم صادر فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں یہ خط لکھوایا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کی طرف، تم پر سلام ہو۔ میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں امّا بعد، میں تمہیں اللہ عزوجل کی یاد دلاتا ہوں، یاد رہے کہ جو شخص بھلائی اور خیر خواہی کرے گا وہ اپنے لئے ہی بھلائی کرے گا اور جو شخص میرے قاصدوں کی فرمانبرداری اور ان کے حکم کی پیروی کرے اس نے میری اطاعت کی، اور جو ان کے ساتھ خیر خواہی کرے اس نے میرے ساتھ خیر خواہی کی، اور میرے قاصدوں نے تمہاری اچھی تعریف کی ہے اور میں نے تمہاری قوم کے متعلق تمہاری سفارش قبول کرلی ہے، اسلئے مسلمان جس حال پر ایمان لائے ہیں انہیں اس پر چھوڑ دو اور میں نے تمہارے خطا کاروں کو معاف کردیا ہے لہٰذا ان سے (معذرت) قبول کرلو اور جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کئے رہو گے ہم تمہیں تمہارے عمل سے معزول نہیں کریں گے اور جو یہودیت یا مجوسیت پر قائم ہے اس پر جزیہ ہے''۔(۷)

آیت جزیہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے اور سب سے پہلے جزیہ اہل نجران پر عائد کیا گیا تھا(۸) لہٰذا یہ نامہ مبارک غالباً اوائل ۱۰ ہجری قمریہ شمسی کا ہے کیونکہ اہل نجران کا وفد اواخر ۹ ہجری قمریہ شمسی میں آیا تھا۔

(ز) نجاشی شاہ حبش کے نام خط :

حبشہ کے حکمران کا لقب نجاشی ہوا کرتا تھا جیسے ایران کے بادشاہ کا لقب کسریٰ روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور مصر و اسکندریہ کے حکمرانوں کا لقب مقوقس ہوا کرتا تھا، اس نجاشی کا نام اصحم بن ابجر تھا۔ اس کے نام پہلا خط رسول اکرم ﷺ نے ہجرت مدینہ سے پہلے سال سات نبوی کے اوائل یا چھ نبوی کے اواخر میں ارسال فرمایا تھا جب حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سمیت ۸۳ مردوں اور عورتوں نے قریش کے مظالم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ خط کا مضمون بروایت ابن جریر طبری یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملک الحبشۃ، سلام علیک، فانّی احمد الیک اللہ الملک القدوس المؤمن المھیمن، واشھد انّ عیسیٰ روح اللہ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم البتول الطاھرۃ الحصینۃ فحملت بعیسیٰ

فخلقه من روحه و نفخه كما خلق آدم بيده و نفخه، و انّي ادعوك الى الله وحده لا شريك له والموالاة علىٰ طاعته وان تتّبعني فتؤمن بي و بالّذي جاء ني فانّي رسول الله و قد بعثت اليك ابن عمي جعفر و معه نفر من المسلمين فاذا جاء وو فاقرّهم و دع التجبر فانّي ادعوك و جنودك الى الله عز وجل، و قد بلّغت و نصحت فاقبلوا نصيحتي، والسلام علىٰ من اتبع الهدى۔ (۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کی طرف، تم پر سلام ہو، بے شک میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جو بادشاہ ہے، قدوس ہے، امن دینے والا، محافظ ونگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے پاکیزہ اور پاک دامن مریمؑ بتول کی طرف ڈالا تو مریمؑ کو عیسیٰؑ کا حمل ہوا، اس نے اسے اپنی روح اور اپنی پھونک سے پیدا کر دیا جیسے اس نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور اپنی پھونک سے پیدا کیا، اور میں تجھے اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسکی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کی طرف بلاتا ہوں اور یہ کہ تم میری پیروی کرو تو مجھ پر اور جو کچھ (وحی) میرے پاس آئی ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور میں نے تمہاری طرف اپنے چچا کے بیٹے جعفر کو بھیجا ہے اور اس کے ساتھ مسلمانوں کی ایک جماعت ہے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اپنے پاس ٹھہرانا اور جبر اختیار نہ کرنا۔ بے شک میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عز و جل کی طرف بلاتا ہوں۔ اور میں نے تبلیغ ونصیحت کر دی ہے تو تم میری نصیحت کو قبول کرو اور اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

صلح حدیبیہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری کے ذریعے اسی نجاشی کو ایک اور خط لکھا جس کا مضمون بڑی حد تک حسبِ سابق ہے البتہ اس میں یہ عبارت موجود نہیں جس میں یہ کہا گیا ہے کہ میں نے تمہاری طرف اپنے چچازاد جعفرؓ اور ان کی معیت میں مسلمانوں کی ایک جماعت کو

بھیجا ہے جب وہ تمہارے پاس آئیں تو انہیں اپنے پاس ٹھہراؤ اور جبر اختیار نہ کرو۔ بعض دیگر مکاتیب نبوی کی طرح یہ نامہ مبارک بھی دور حاضر کے نامور محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کو ماضی قریب میں دستیاب ہوا ہے جس کا اردو ترجمہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے الرحیق المختوم کے میں یوں پیش کیا ہے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب سے نجاشی عظیم حبشہ کے نام۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، امابعد میں تمہاری طرف اللہ کی حمد کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں، جو قدوس اور سلام ہے، امن دینے والا محافظ و نگران ہے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ اللہ نے انہیں پاکیزہ و پاکدامن مریمؑ بتول کی طرف ڈال دیا اور اسکی روح اور پھونک سے مریم عیسیٰؑ کے ۔لئے حاملہ ہوئیں۔ جیسے اللہ نے آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی جانب اور اسکی اطاعت پر ایک دوسرے کی مدد کی جانب دعوت دیتا ہوں اور اس بات کی طرف (بلاتا ہوں) کہ تم میری پیروی کرو اور جو کچھ میرے پاس آیا ہے اس پر ایمان لاؤ کیونکہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں اور میں تمہیں اور تمہارے لشکر کو اللہ عز وجل کی طرف بلاتا ہوں، اور میں نے تبلیغ و نصیحت کردی لہذا میری نصیحت قبول کرو، اور اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے'' (۱۰)

اس کے جواب میں نجاشی نے یہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم من النجاشی الاصحم بن ابجر، سلام علیک یا نبی اللہ من اللہ و رحمۃ اللہ و برکاۃ، لآ الہ الّا ھو الّذی ھدانی الی الاسلام فقد بلغنی کتابک یا رسول اللہ فیما ذکرت من امر عیسیٰ فوربّ السّمآء والارض انّ عیسیٰ ما یزید علیٰ ما ذکرت و قد عرفنا ما بُعثت بہ الینا و قرینا ابن عمک و اصحابہ فاشھدُ انک رسول اللہ صادقا و مصدقا وقد بالعتیک و بالعیت ابن عمک و اسلمت علیٰ یدبۃ للہ ربّ العالمین، و قد بعثت الیک یا نبی اللہ باربحا بن الاصحم بن ابجر، فانّی لا املک الّا نفسی و ان شئت ان اٰتیک فعلت یا رسول اللہ فانّی اشھد انّ ماتقول حق والسلام علیک یا رسول اللہ۔ (۱۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نجاشی الاصحم بن ابجر کی جانب سے محمد ﷺ رسول اللہ کی جانب، اے اللہ کے نبی! آپ پر اللہ کی طرف سے سلام اور اسکی رحمت اور برکتیں ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی اما بعد۔ بیشک اے اللہ کے رسول! آپ کا خط مجھے مل چکا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ آپ نے فرمایا ہے آسمان اور زمین کے رب کی قسم! عیسیٰ اس سے ذرہ بھر بھی بڑھ کر نہیں، ان کی حیثیت اتنی ہی ہے جتنی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے اس تعلیم کو پہچان لیا ہے جسکے ساتھ آپ ہماری طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ کا چچازاد بھائی اور اس کے ساتھی ہمارے پاس آرام سے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں، سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں، میں آپ سے بیعت ہوتا ہوں میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر (آپ کی) بیعت اور اس اللہ کے لئے مسلمان ہونے کا اقرار کرلیا ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ اور میں نے اے اللہ کے نبی آپ کی جانب (اپنے بیٹے) اربحا بن الاصحم بن ابجر کو بھیج دیا ہے۔ میں تو صرف اپنے ہی نفس کا مالک ہوں اگر آپ کی خواہش ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تو میں یا رسول اللہ ضرور حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں حق ہے اور اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔

الغرض مذکورہ نجاشی اصحم بن ابجر نے اسلام قبول کرلیا۔ صفر ۹ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۹ ہجری قمری بمطابق اکتوبر رنومبر ۶۲۹ عیسوی جیولین میں اس نجاشی کا انتقال ہوا تو رسول اکرم ﷺ نے مدینے میں اسکی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد اس کے جانشین کو بھی آپ ﷺ نے خط لکھوایا تھا جس کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، ھذا کتاب من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی النجاشی عظیم الحبشۃ سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و اٰمن باللہ و رسولہ و شھد ان لآ الٰہ الّا اللہ و انّ محمدا

عبدہ و رسولہ وادعوک بدعایة اللہ فانّی انا رسولہ فاسلم تسلم،
یٰاھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الّا
اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ
فان تولّوا فقولوا اشھدوا بانّا مسلمون فان ابیت فعلیک اثم
النصاریٰ من قومک۔ (۱۲)

مذکورہ بالا اس نامۂ مبارک کا تذکرہ امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں ہجرتِ حبشہ کے واقعے کے ضمن میں کیا ہے علاّمہ ابن کثیرؒ نے اس پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ اس میں سورہ اٰل عمران کی آیت بھی موجود ہے اور سورہ اٰل عمران کی ابتدائی ۸۳ آیت کا تعلق نجران کے نصاریٰ کے اس وفد سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سورہ اٰل عمران بالاتفاق مدنی سورت ہے اسلئے یہ نامۂ مبارک اس نجاشی کے نام ہے جو اصحم بن ابجر کے انتقال کے بعد ان کا جانشین ہوا تھا۔ امام بیہقی کے بیان کردہ اس خط میں "الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشة" کے الفاظ میں ''الاصحم'' کا اضافہ راوی نے غالبًا اپنے طرف سے (غلطی سے) کر دیا ہے (۱۳) بات درست ہے تاہم علاّمہ ابن کثیرؒ کا یہ دعویٰ محل نظر ہے کہ سورہ اٰل عمران کی ابتدائی ۸۳ آیات سب کی سب نجران کے وفد کے سلسلے میں نازل ہوئی تھیں کیونکہ خود علامہ ابن کثیرؒ نے بروایت زہری لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا جزیہ نجران کے عیسائیوں پر نافذ کیا گیا تھا اور جزیے کی آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی لہذا یہ وفد ۹ ہجری میں آیا تھا (۱۴)۔ مکاتیب نبوی میں موجود سورہ اٰل عمران کی آیت یقیناً اس سے پہلے کی ہے کیونکہ یہ آیت اس نامۂ مبارک میں بھی موجود ہے جو رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کو لکھا تھا۔ یہ فتح مکہ سے پہلے صلح حدیبیہ کے بعد لکھا گیا تھا، جیسا کہ ابوسفیان اور قیصر روم کے اس مکالمے سے واضح ہے جو مذکورہ نامۂ مبارک کے سلسلے میں باہم ان میں ہوا تھا، الغرض یہ صحیح ہے کہ نجاشی کو لکھا گیا مذکورہ بالا تیسرا خط اصحم بن ابجر کے جانشین کو لکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے بھی یہی ہے، یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس نجاشی نے اسلام قبول کیا تھا یا نہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ نے مذکورہ بالا مکاتیب میں سے اس خط کو صلح حدیبیہ کے بعد والا خط قرار دیا ہے جس میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور ان کی معیت میں مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ بھیجنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ خط کا یہ حصہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ خط ہجرت حبشہ کے موقع پر لکھا گیا تھا۔ تیسرا خط جو ڈاکٹر حمید

اللہ صاحب کو ملا ہے اور جس کا عکس انھوں نے اپنی کتاب ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' میں ثبت فرمایا ہے وہی اصل خط ہے جو صلح نامہ حدیبیہ کے بعد لکھا گیا۔ اس کے جواب میں نجاشیؓ نے جو لکھا ہے۔ اس کے ان الفاظ وقرینا ابن عمک و اصحابه سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ یہ خط نجاشی کو ہجرت حبشہ کے زمانے میں لکھے گئے خط کا جواب ہے۔ کیونکہ قَرنیا ماضی مُطلق کا صیغہ ہے جس کا ماضی بعید پر اطلاق عربی لغت میں عام ہے، مثلاً قرآن کریم میں ہے انا ارسلنا نوحا الیٰ قومه تو یہاں ارسلنا ماضی مطلق کے صیغے سے ماضی قریب نہیں بلکہ ماضی بعید مراد ہے۔ نجاشیؓ نے دراصل اس خط میں حضرت جعفرؓ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر نجاشیؓ نے قبولِ اسلام کی بیعت کی تھی جیسا کہ خط کے متن اور مضمون سے بخوبی واضح ہے۔

(ح) والی عمّان کے نام خط:

یہ نامہ مبارک حضرت عمروؓ بن العاص لے کر گئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کا نامہ مبارک شاہ عمان جیفر اور اس کے بھائی عبد کے نام تھا، ان کے والد کا نام جلندی تھا، عمان مشرقی عرب میں ہے اور عرب ہی کا حصہ ہے۔ نامۂ مبارک کا مضمون یہ ہے:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمد ﷺ بن عبداللہ کی طرف سے جلندی کے دونوں صاحبزادوں جیفر اور عبد کے نام، سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد! میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ سالم رہو گے، کیونکہ میں سب انسانوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو زندہ ہے اسے باخبر کر دوں اور تاکہ کفار پر حق ثابت ہو جائے، اگر تم دونوں اسلام قبول کرتے ہو تو تمہیں کو میں والی اور حاکم بناؤں گا، اگر تم نے اسلام کے اقرار سے گریز کیا تو تمہاری بادشاہت ختم ہو جائے گی اور تمہارے علاقے پر (ہمارے) گھوڑوں کی یلغار ہو گی اور میری نبوت تمہاری بادشاہت پر غالب آجائے گی۔ (۱۵)

حضرت عمروؓ بن العاص عمان پہنچ کر پہلے عبد سے ملے جو اپنے بڑے بھائی کی نسبت زیادہ سمجھدار اور نرم خو تھا، اس نے کہا کہ میرا بھائی جیفر مجھ سے عمر میں بڑا ہے اور بادشاہ بھی ہے، لہذا میں تمہیں اس کے پاس پہنچا دیتا ہوں، دورانِ گفتگو عبد کو حضرت عمروؓ بن العاص نے بتایا کہ ہم لوگوں کو ایک اللہ کی

طرف بلاتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے علاوہ جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو اور یہ گواہی دو کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، عبد کے سوال پر حضرت عمروؓ بن العاص نے اسے بتایا کہ میرے والد ایمان لائے بغیر فوت ہو گئے، مگر مجھے حسرت ہے کہ کاش میرے باپ نے اسلام قبول کیا ہوتا، تاہم اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ دوران گفتگو آپ نے اسے مزید بتایا کہ میں نے تھوڑا عرصہ قبل نجاشی (شاہ حبشہ) کے پاس اسلام قبول کیا تھا۔ نجاشی کی رعایا اور نجاشی مسلمان ہو چکے ہیں۔ عبد کے پوچھنے پر آپ نے اسے مزید بتایا کہ عیسائی اُسقفوں اور راہبوں نے نجاشی کی پیروی کی اور اسے بادشاہت پر بحال رکھا۔ عبد نے جب اس خدشے کا اظہار کیا کہ کہیں عمروؓ بن العاص جھوٹ تو نہیں بول رہے تو حضرت عمروؓ نے سختی سے اس کی تردید کی اور اسے بتایا کہ جھوٹ بولنے کو ہم حلال نہیں سمجھتے۔ عبد نے خیال ظاہر کیا کہ شاید ہرقل قیصر روم کو نجاشی کے اسلام قبول کرنے کا علم نہ ہو۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اسے بتایا کہ قیصرِ روم کو سب کچھ معلوم ہے بلکہ اسلام قبول کرنے کے بعد نجاشی نے کہا تھا کہ خدا کی قسم، اب اگر قیصرِ روم نے (بطور خراج) مجھ سے ایک درہم بھی مانگا تو میں اسے ہرگز نہ دوں گا۔ ہرقل قیصرِ روم کے بھائی بندق نے اس پر ہرقل کو عار بھی دلائی مگر ہرقل نے جواب دیا کہ اگر کوئی شخص اپنا پہلا دین چھوڑ کر نیا دین اختیار کرے تو میں کیا کر سکتا ہوں؟ بلکہ اگر مجھے بادشاہت کی حرص نہ ہوتی تو میں بھی وہی کچھ کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔ یہاں حضرت عمروؓ بن العاص نے عبد کے خدشات کو دور کرتے ہوئے اسے پھر یقین دلایا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔ پھر عبد کے پوچھنے پر آپ نے اسے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور اسکی نافرمانی سے منع فرماتے ہیں۔ نیکی اور صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں۔ ظلم، زیادتی، زنا، شراب نوشی، پتھر، بت، اور صلیب کی پوجا سے روکتے ہیں۔

عبد نے اعتراف کیا کہ یہ نہایت عمدہ تعلیم ہے اور کہا کہ اگر میرا بھائی بھی اسے قبول کر لے تو ہم لوگ محمد (ﷺ) کی طرف سوار ہو کر جاتے، ان پر ایمان لاتے اور ان کی تصدیق کرتے لیکن میرے بھائی کو بادشاہت کا اس سے کہیں زیادہ لالچ ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر کسی اور کی پیروی کرے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اسے یقین دلایا کہ اگر تمہارا بھائی اسلام قبول کر لے تو اس کی حکومت بحال رہے گی البتہ ان کے مالداروں سے صدقہ لے کر ان کے فقیروں پر تقسیم کیا جائے گا۔ عبد کے پوچھنے پر حضرت عمروؓ بن العاص نے صدقات کی تفصیل بتائی۔ جب اونٹوں کے صدقات کا ذکر ہوا تو عبد نے حیرت سے کہا کہ اے عمرو! ہمارے ان مویشیوں سے بھی صدقہ وصول کیا جائے گا جو خود ہی درخت چر لیتے ہیں؟۔ حضرت عمروؓ نے ہاں میں جواب دیا تو وہ بولا

کہ میں نہیں سمجھتا کہ میری قوم اپنے ملک کی وسعت اور تعداد کی کثرت کے باوجود اسے مان لے گی۔

حضرت عمروؓ بن العاص کئی دنوں تک عبد کے مہمان رہے۔ وہ حضرت عمروؓ سے ہونے والی گفتگو کو اپنے بھائی جیفر کے گوش گزار کرتا رہا تھا، بالآخر اس نے ایک روز حضرت عمروؓ کو اپنے دربار میں بلایا، دربانوں نے حضرت عمروؓ بن العاص کو بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔ بادشاہ نے کہا کہ اسے چھوڑ دو، یہی درباری حضرت عمروؓ کو وہاں بیٹھنے سے روک رہے تھے تو حضرت عمروؓ نے بادشاہ کی طرف دیکھا، وہ بولا کہ اپنی بات کہو۔ اس پر حضرت عمروؓ نے رسول اللہ ﷺ کا سربمہر مکتوب اس کے حوالے کیا، بادشاہ نے مہر توڑ کر خط پڑھا اور پڑھنے کے بعد اپنے بھائی کے حوالے کر دیا۔ بادشاہ کے پوچھنے پر حضرت عمروؓ بن العاص نے بتایا کہ قریش کے سب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طوعاً وکرہاً اطاعت اختیار کر لی ہے۔ دیگر لوگوں نے یہ سمجھ کر بخوشی اطاعت اختیار کر لی ہے کہ وہ پہلے گمراہ تھے اب اللہ نے انہیں ہدایت دی ہے اور بادشاہ کو یہ بھی بتایا کہ اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو (رسول اللہ ﷺ کے) سوار تمہارا علاقہ روند ڈالیں گے اور تمہاری ہریالی کا صفایا کر دیں گے، اسلام قبول کرو گے تو تمہاری حکومت بحال رہے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ آج مجھے چھوڑ دو کل یہاں دوبارہ آنا، اگلے روز حضرت عمروؓ کو بادشاہ نے اپنے دربار میں آنے کی اجازت نہ دی تو اس کے بھائی نے انہیں بادشاہ تک پہنچایا۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہاری بات پر غور کیا ہے، اگر میں اپنی بادشاہت ایسے شخص کے سپرد کر دوں جس کے شہسوار یہاں پہنچے ہی نہیں تو میں عرب میں سب سے کمزور سمجھا جاؤں گا۔ اگر اس کے شہسوار یہاں آئے تو پھر ایسا معرکہ ہوگا کہ انہیں اس سے پہلے کبھی اس سے واسطہ نہ پڑا ہوگا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا ٹھیک ہے تو میں کل واپس جا رہا ہوں۔ بادشاہ نے کہا، نہیں کل تک ٹھہرو پھر دونوں بھائیوں نے خلوت میں باہم مشورہ کیا وہ یہ سمجھ چکے تھے کہ جن لوگوں پر رسول اللہ ﷺ غالب آ چکے ہیں، ان کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت ہی نہیں۔ اگلے دن بادشاہ نے حضرت عمروؓ بن العاص کو بلا بھیجا اور دونوں بھائیوں نے برضا و رغبت اسلام قبول کر لیا۔ صدقات کی وصولی اور لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لئے انہوں نے نہ صرف حضرت عمروؓ بن العاص کو کھلی اجازت دی بلکہ مخالفین کے خلاف ان کی مدد بھی کی۔ صدقات و محاصل کی وصولی سال ۹ ہجری اوائل (قمریہ شمسی) کے میں شروع ہوئی تھی اور رسول اکرم ﷺ نے مختلف علاقوں میں عاملین زکوٰۃ کو روانہ فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نامۂ مبارک اواخر سال ۸ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الثانی رجمادی الاولیٰ ۹ ہجری قمری بمطابق جولائی، اگست ۶۳۰ عیسوی جیولین میں بھیجا گیا تھا۔

۱۳۔ حضرت امّ حبیبہؓ سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح:

حدیبیہ سے مراجعت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے اردگرد کے ملوک وسلاطین کو اکثر خطوط رمضان ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق محرم ۷ ہجری قمری بمطابق مئی رجون ۶۲۸ عیسوی جیولین میں لکھوائے۔ ایک خط نجاشی شاہ حبشہ اصحم بن ابجر کو لکھا گیا تھا جسے حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری لے کر گئے تھے۔ آپ ﷺ نے نجاشی کو یہ پیغام بھی دیا تھا کہ میرا نکاح امّ حبیبہ سے کر دو جو ان دنوں حبشہ میں مقیم تھیں۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کا اصل نام رملہ ہے، امّ حبیبہ ان کی کنیت ہے۔ یہ ابوسفیانؓ بن حرب کی صاحبزادی تھیں، ان کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا، دونوں مکی دور میں ابتدا ہی میں مسلمان ہوئے پھر حبشہ کی طرف ہجرت کی، عبیداللہ بن جحش وہاں جا کر مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اور پھر وہیں فوت ہوا۔ یوں غریب الوطن حضرت امّ حبیبہؓ حبشہ میں تنہا رہ گئیں، شوہر کا مرتد ہو کر مرجانا ان کے لئے شدید صدمہ تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے پیغامِ نکاح بھیجا تو نجاشی نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر جو ان دنوں حبشہ میں ہی تھے، ان کے سامنے خطبۂ نکاح پڑھا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر ادا کیا اور امّ حبیبہؓ کو شرحبیلؓ بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔ حضرت ام حبیبہؓ کے اس نکاح میں حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ان کے وکیل تھے، حضرت ام حبیبہؓ کی طرف سے ایجاب وقبول انہی نے کیا۔

یہ نکاح شوال رذی قعدہ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق صفر رربیع الاول ۷ ہجری قمری بمطابق جولائی، اگست ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوا، نکاح کے وقت حضرت ام حبیبہؓ کی عمر ۳۷ برس تھی۔ ان کا انتقال ۷۴ برس کی عمر میں ۴۴ ہجری قمری بمطابق ۶۶۴۔۶۶۵ عیسوی جیولین میں مدینہ منورہ میں ہوا۔

توقیتی مباحث ۶ ہجری قمریہ شمسی، ۶۔۷ ہجری قمری:

تقابلی تقویمی جدول سال ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۶، ۷ ہجری قمری بمطابق ۶۲۷، ۶۲۸ عیسوی جیولین بمطابق ۴۳۸۸ خلیقہ عبرانی (غیر مکبوس) ۲۳۱ ویں ۱۹ سالہ عبرانی دور کا اٹھارہواں سال

یکم ستمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین و = (۲۴۳ تقسیم ۳۶۵) = ۶۴۶ (۹۴۲۰۳، ۹۴۲۶، ۱۶۴۶، ۶۵۲۶، ۶۴۰) = ۲۸۹۴۳، ۶ (۲۸۹۴۳، ۱۲x) = ۳۱۶، ۴۷۳ (۴۷۳۱۶، ۵x، ۲۹) = ۹۵، ۱۳ = ۱۴ ربیع الثانی ۶ ہجری قمری، پس یکم جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمری / یکم محرم ۶ ہجری قمریہ شمسی = ۳۲، ۱۴ = ۱۸ ستمبر، تاریخ اور وقت

قران ۱۵ستمبر بوقت ۱۲:۰۸، پس صحیح تاریخ ۱۷ستمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین، ۱۷رستمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا دن = (۶۲۶×۲۵×۴۲۵ء۱) کا حاصل ضرب بحذف کسر)+۲۶۰=۲۴۲=۱۰۴۲، (۱۰۴۲ تقسیم ۷ کا باقی ماندہ)=۶= جمعرات

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۷ستمبر ۶۲۷ء	جمعرات	یکم محرم ۶ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۶ ہجری	۱۵رستمبر ۶۲۷ء	۱۲:۰۸
۱۷اکتوبر	ہفتہ	یکم صفر	یکم جمادی الاخریٰ	۱۵را کتوبر	۰۵:۳۰
۱۶نومبر	سوموار	یکم ربیع الاول	یکم رجب	۱۴رنومبر	۰۰:۵۴
۱۵دسمبر	منگل	یکم ربیع الثانی	یکم شعبان	۱۳ردسمبر	۲۰:۲۵
۱۴جنوری ۶۲۸ء	جمعرات	یکم جمادی الاولیٰ	یکم رمضان	۱۲رجنوری ۶۲۸ء	۱۶:۰۴
۱۳فروری	ہفتہ	یکم جمادی الاخریٰ	یکم شوال	۱۱رفروری	۰۵:۲۵
۱۳مارچ	اتوار	یکم رجب	یکم ذی قعدہ	۱۱رمارچ	۱۷:۱۹
۱۲اپریل	منگل	یکم شعبان	یکم ذی الحجہ	۱۰راپریل	۰۳:۴۱
۱۱مئی	بدھ	یکم رمضان	یکم محرم ۷ ہجری	۹رمئی	۱۱:۳۶
۹جون	جمعرات	یکم شوال	یکم صفر	۷رجون	۱۸:۲۴
۹جولائی	ہفتہ	یکم ذی قعدہ	یکم ربیع الاول	۷رجولائی	۰۱:۱۰
۷اگست	اتوار	یکم ذی الحجہ	یکم ربیع الثانی	۵راگست	۰۹:۰۶

۱۔ سریہ زیدؓ بن حارثہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یہ ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۷ستمبر ۶۲۷ء	جمعرات	محرم ۶ ہجری	جمادی الاولیٰ ۶ ہجری	۱۵ ستمبر	۱۲:۰۸

ابن سعد اور واقدی نے اس سریے کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۶ ہجری بیان کیا ہے۔(۱۶) گذشتہ سے پیوستہ زمنی ترتیب کے مطابق ابن سعد اور واقدی کی یہ توقیت قمری تقویم کی ہے۔ سال ۶ ہجری (قمریہ شمسی) کے اکثر غزوات وسرایا کی توقیت کے قمری ہونے کا ثبوت سریہ کرزؓ بن جابر فہری اور غزوہ حدیبیہ سے بھی ملتا ہے، جیسا کہ آئندہ سطور میں متعلقہ توقیتی مباحث سے واضح ہو جائے گا۔ پس یہ سریہ محرم ۶ ہجری

قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمری بمطابق ستمبر،اکتوبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۔سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم طرف):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخِ قران	وقتِ قران
۱۷ اکتوبر ۶۲۷ء	ہفتہ	یکم صفر ۶ ہجری	یکم جمادی الاخریٰ ۶ ہجری	۱۵ اکتوبر	۰۵:۳۰

ابن سعد اور واقدی کے بقول یہ سریہ جمادی الاخریٰ ۶ ہجری کا ہے(۱۷) زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ قمری تقویم ہے۔پس یہ سریہ صفر ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمری بمطابق اکتوبر/نومبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۳۔سریہ زیدؓ بن حارثہ(مہم وادی القریٰ):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخِ قران	وقتِ قران
۱۶ نومبر ۶۲۷ء	سوموار	یکم ربیع الاول ۶ ہجری	یکم رجب ۶ ہجری	۱۴ نومبر	۰۰:۵۴

ابن سعد اور واقدی کے نزدیک یہ سریہ رجب ۶ ہجری کا ہے۔(۱۸) زمنی ترتیب کے لحاظ سے یہ رجب خالص قمری تقویم کا مہینہ ہے۔پس یہ سریہ ربیع الاول ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۶ ہجری قمری بمطابق نومبر/دسمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا ہے۔

۴۔سریہ سیف البحر(مہم خبط):

ابن سعد اور راور واقدی نے اس سریے کا مہینہ رجب ۸ ہجری لکھا ہے(۱۹)اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں قریش کے ایک تجارتی قافلے کا تعاقب مقصود تھا۔حالانکہ قریش مکہ سے ذی قعدہ ۶ ہجری (قمری) میں صلح حدیبیہ ہو چکی تھی۔اس صلح کے بعد قریش کے تجارتی قافلوں کے تعاقب کا کوئی جواز نظر نہیں آتا،صلح حدیبیہ ہو چکی تھی،لہذا یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا ہو سکتا ہے۔ہم نے سال ۶ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات و حوادث کی زمنی ترتیب کے پیش نظر اسے ربیع الاول ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۶ ہجری قمری بمطابق نومبر/دسمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین کا واقعہ قرار دیا ہے،لہذا تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ وہی ہے جو اوپر

سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم وادی القریٰ) کی توقیت کے ضمن میں دیا جا چکا ہے۔ابن حبیب بغدادی نے سریہ سیف البحر کا سال ۴ ہجری لکھا ہے۔(۲۰) اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا ہے لیکن جیسا کہ ہم آئندہ سطور میں سریہ عمروؓ بن امیہ ضمری کے توقیتی مباحث میں واضح کریں گے، ہم نے سرایا کے سلسلے میں ابن حبیب بغدادی کی توقیت کو عموماً بوجوہ ترجیح نہیں دی ہے۔

۵۔سریہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف (مہم دومۃ الجندل):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقتِ قران
۱۵ دسمبر ۶۲۷ء	منگل	یکم ربیع الثانی ۶ ہجری	یکم شعبان ۶ ہجری	۱۳ دسمبر	۲۰:۲۵

ابن سعد اور واقدی نے اسے شعبان ۶ ہجری کا سریہ قرار دیا ہے۔(۲۱) جو زمنی ترتیب کے مطابق خالص قمری تقویم کا مہینہ ہے۔پس یہ سریہ ربیع الثانی ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۶ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۷ر جنوری ۶۲۸ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔

۶۔سریہ علیؓ بن ابی طالب (مہم فدک):

ابن سعد اور واقدی نے اس سریے کا مہینہ بھی شعبان ۶ ہجری قرار دیا ہے (۲۲) پس اسکی توقیت اور متعلقہ تقابلی تقویمی جدول وہی ہے جو اوپر سریہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف میں پیش کی جا چکی ہے۔

۷۔سریہ زیدؓ بن حارثہ (سریہ امّ قرفہ):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۴ جنوری ۶۲۸ء	جمعرات	یکم جمادی الاولیٰ ۶ ہجری	یکم رمضان ۶ ہجری	۱۲ جنوری	۱۶:۰۴

واقدی نے اس سریے کا مہینہ رمضان ۶ ہجری بیان کیا ہے (۲۳) پس زمنی ترتیب کے لحاظ سے یہ سریہ جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رمضان ۶ ہجری قمری بمطابق جنوری رفروری ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے،اس سریے کا ہدف بنوفزارہ کی ایک جماعت تھی جس کی سربراہ امّ قرفہ نامی ایک خاتون تھی، وہ رسول اکرم ﷺ کے قتل کی تدبیریں کیا کرتی تھی۔ بنوفزارہ کے خلاف ایک سریہ ربیع

الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیرامارت ہوا تھا، جس کا تذکرہ سال ۷ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات میں ہوگا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیرکمان اس سریے میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ بھی شریک تھے۔ صحیح مسلم میں انکی روایت کے ایک حصے کے متعلقہ الفاظ وکلمات یوں ہیں **فجئت بهم اسوقهم و فيهم امرأة من بنى فزارة عليها قشع من اَدَم معها ابنة لها من احسن العرب فسقتُهم حتى اتيت بهم ابا بكر ۔** (۲۴) ''تو میں انہیں ہانکتا ہوا لے آیا اور ان میں بنی فزارہ کی ایک عورت تھی جو ایک پرانی پوستین اوڑھے ہوئے تھی اسکے ساتھ عرب کی حسین ترین اسکی بیٹی تھی، تو میں نے ان سب کو ہانکا یہاں تک کہ میں انہیں حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے آیا''۔ امام احمد بن حنبلؒ کی روایت میں حضرت سلمہؓ بن اکوع کے متعلقہ الفاظ وکلمات یہ ہیں **فجئت بهم اسوقهم الىٰ ابى بكر حتّٰى اتيته على الماء و فيهم امرأة من فزارة عليها قشع من ادم و معها ابنة لها من احسن العرب** (۲۵) ''تو میں انہیں ہانکتا ہوا ابوبکرؓ کے پاس لایا یہاں تک میں ان (ابوبکر صدیقؓ) کے پاس چشمے تک آیا اور ان میں فزارہ کی ایک عورت تھی جو ایک پوستین اوڑھے ہوئے تھی اور اسکے ساتھ عرب کی حسین ترین اسکی ایک بیٹی تھی''۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بنوفزارہ کی یہ عورت امّ قرفہ تھی بلکہ روایت میں تو امرأۃ (کوئی ایک عورت) اسم نکرہ لایا گیا ہے۔ بعض حضرات نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ یہ عورت امّ قرفہ تھی۔ اس لئے بعض متاخرین مثلاً قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور مولانا صفی الدین مبارک پوری نے بھی اس غلطی کا اتباع کرتے ہوئے سال ۶ ہجری قمریہ شمسی میں بنوفرازہ اور امّ قرفہ کے خلاف حضرت زید بن حارثہؓ کی زیرکمان وقوع پذیر سریے کی تفصیلات کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ۷ ہجری قمریہ شمسی والے سریے کی تفصیلات سے خلط ملط کر دیا ہے۔ ہماری نظر میں یہ دونوں سرایا الگ الگ ہیں اور ان کے وقوع کے مہینے اور سال بھی الگ الگ ہیں اگر یہ عورت واقعی امّ قرفہ تھی جس کی بیٹی پکڑی گئی تو سال ۶ ہجری والا سریہ حضرت ابوبکرؓ اور سال ۷ ہجری والا سریہ حضرت زید بن حارثہ کی زیرامارت ہوا ہوگا، کیونکہ گرفتار خاتون کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ بھیج کر اس کے عوض کچھ مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا تھا۔ (۲۶) صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ کے پاس مسلمان قیدیوں کا ہونا بظاہر محل نظر ہے۔ ممکن ہے اہل سیر نے دونوں سرایا کے امیروں کے ناموں کی ترتیب غلطی سے مقدم ومؤخر کردی ہو۔ واللہ اعلم

۸۔ سریہ عبداللہؓ بن رواحہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳ فروری ۶۲۸ء	ہفتہ	یکم جمادی الاخریٰ ہجری	یکم شوال ۶ ہجری	۱۱ فروری	۰۵:۲۵

ابن سعد اور واقدی نے اس سریے کا مہینہ شوال ۶ ہجری بیان کیا ہے۔(۲۷) جو زمنی ترتیب کے مطابق خالص قمری تقویم کا ہے پس یہ سریہ جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال ۶ ہجری قمری بمطابق فروری/ مارچ ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۹۔ سریہ کرزؓ بن جابر فہری:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳ فروری ۶۲۸ء	ہفتہ	یکم جمادی الاخریٰ ۶ ہجری	یکم شوال ۶ ہجری	۱۱ فروری	۰۵:۲۵

ابن اسحٰق نے اسے جمادی الاخریٰ ۶ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے (۲۸) جب کہ ابن سعد اور واقدی کے نزدیک یہ سریہ شوال ۶ ہجری کا ہے۔(۲۹) تقابلی جدول سے واضح ہے کہ ابن اسحٰق نے اس سریے کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں جب کہ ابن سعد اور واقدی نے قمری تقویم میں کی ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سال ۶ ہجری قمریہ شمسی کے دیگر غزوات وسرایا کی زمنی ترتیب کے اعتبار سے توقیت خالص قمری تقویم میں ہوئی ہے، پس یہ سریہ جمادی الاخریٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال ۶ ہجری قمری بمطابق فروری، مارچ ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۰۔ سریہ عمروؓ بن امیہ الضمری:

ابن سعد اور واقدی نے اس سریے کا سال ۶ ہجری بیان کیا ہے۔(۱/۳۰) لیکن مہینہ نہیں لکھا، چونکہ اسے سریہ کرزؓ بن جابر فہری کے بعد اور غزوہ حدیبیہ سے پہلے کا سریہ قرار دیا گیا ہے، لہٰذا یہ سریہ بھی یقیناً شوال ۶ ہجری (قمری) کا ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ یکم ذی قعدہ ۶ ہجری (قمری) کو تو غزوہ حدیبیہ کے لئے روانہ ہو چکے تھے، پس اس سریے کی توقیت اور تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ وہی ہے جو سریہ عبداللہؓ بن

رواحہ اور سریہ کرز بنؓ جابر میں اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ بروایت بیہقیؒ و ابن عبد البر مالکیؒ انہی حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت خبیبؓ کی لاش کو سولی سے اتارنے کے لئے بھیجا تھا، بیہقی کی روایت بسند ابراہیم بن اسماعیل ہے۔ (۲/۳۰) یہ واقعہ ۴ ہجری کا ہے کیونکہ حضرت خبیبؓ کو قریش مکہ نے صفر ۴ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۴ ہجری قمری بمطابق نومبر ۶۲۵ عیسوی جیولین میں مصلوب کیا تھا، جیسا کہ سال ۴ ہجری قمریہ شمسی کے توقیتی مباحث میں مذکور ہو چکا ہے، لیکن اس کی تفصیلات کو بعض اہلِ سیر مثلاً واقدی نے سال ۶ ہجری میں وقوع پذیر زیر بحث سریہ عمرو بن امیہ ضمری کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے، اسی لئے دورِ حاضر کے بعض سیرت نگاروں نے اس سریے کو تسلیم نہ کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا ہے (۳/۳۰) واقدی کی روایت کے مطابق حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کے ہمراہ حضرت سلمہؓ بن سلام بن حریش کو بھی ابوسفیان کو قتل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا لیکن ابراہیم بن اسماعیل کی سند والی بیہقی کی روایت کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بعثہ عینا وحدہ...... ابن عبد البرؒ نے بھی عمروؓ بن امیہ ضمری کے ہمراہ کسی اور صحابی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو حضرت خبیبؓ کی لاش اتارنے کے لئے بھیجنے کا واقعہ صحیح ہے تو یہ سریہ ہذا سے الگ دو سال پہلے کا واقعہ ہے، بلکہ ابن ابی شیبہؒ کی روایت کے مطابق حضرت خبیبؓ کی لاش کو سولی سے اتارنے کے لئے حضرت زبیرؓ کو بھیجا گیا تھا جن کے ہمراہ حضرت مقدادؓ بن اسود بھی تھے (۴/۳۰) اور اگر اس مقصد کے لئے عمروؓ بن امیہ کو بھیجا گیا تھا تو وہ اکیلے گئے تھے۔ اس زیر بحث سریہ عمروؓ بن امیہ ضمری کا ذکر ابن حبیب بغدادی نے بھی کیا ہے اور اسے سال ۵ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے (۵/۳۰) اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سریہ حقیقت ہے، محض مفروضہ نہیں۔ تاہم ابن حبیب کی غزوات کی توقیت تحقیقی مقاصد کے لئے تو نہایت مفید ہے کیونکہ اس میں اکثر و بیشتر ہجری سنین کے ساتھ مہینے، تواریخ بلکہ بسا اوقات ایام ہفتہ بھی مذکور ہوتے ہیں۔ اسکے برعکس سرایا کی توقیت میں حادثہ بئر معونہ کے سوا سال ۴ ہجری سے لے کر بعد کے تمام ہجری سالوں کے سب سرایا میں ابن حبیب نے صرف ہجری سالوں کا ذکر کیا ہے مہینے اور تواریخ مذکور نہیں ہیں۔ نیز دیگر اہل سیر مثلاً ابن سعد اور واقدی وغیرہ نے سرایا کے جو ہجری سنین بیان کئے ہیں، ان میں سے بعض سرایا کو ابن حبیب نے عموماً ایک اور کبھی دو سال پہلے کے سرایا قرار دیا ہے، مثلاً سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم وادی القریٰ)، سریہ عبداللہؓ بن رواحہ، سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم قتل ام قرفہ)، سریہ عمروؓ بن امیہ ضمری، ابن سعد اور واقدی کے نزدیک سال ۶ ہجری کے واقعات ہیں، لیکن ابن حبیب نے انہیں سال ۵ ہجری کے سرایا قرار دیا ہے۔

(۳۰/ ۶)۔ابن حبیب کے برعکس ابن سعد اور واقدی سرایا کے ہجری سنین کے ساتھ متعلقہ مہینے بھی بیان کرتے ہیں، اور واقعات کی جزئیات اور تفصیلات بھی قارئین کے سامنے رکھتے ہیں، لہذا سرایا کے سلسلے میں ان کی توقیت نسبتاً زیادہ قابل اعتماد اور اطمینان بخش ہے، بلکہ اسکی تائید بعض اوقات دیگر قرائن سے بھی ہو جاتی ہے، مثلاً سریہ کرزؓ بن جابر فہری بجانب عرینیین کو ابن سعد اور واقدی نے شوال ۶ ہجری کا اور ابن اسحٰق نے جمادی الاولیٰ ۶ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے، یہاں ابن سعد اور واقدی کی توقیت قمری تقویم میں اور ابن اسحٰق کی توقیت قمر یہ شمسی تقویم میں ہے، جبکہ ابن حبیب نے اس سریہ کرزؓ بن جابر فہری کو سرے سے نظر انداز کردیا ہے۔ابن حبیب کے دیگر سیرت نگاروں سے توقیتی اختلافات کی تطبیق بعض اوقات ہو جاتی ہے مثلاً سریہ عبداللہؓ بن انیس (مہم عرنہ) کے لئے واقدی نے روانگی کی تاریخ ۵ محرم ۶ ہجری اور مراجعت کی تاریخ ۲۳ محرم ۶ ہجری لکھی ہے، جبکہ ابن حبیب نے اسے سال ۵ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے (۳۰/ ۷) یہاں تطبیق یوں ہو جاتی ہے کہ محرم ۶ ہجری قمری کے بالمقابل قمر یہ شمسی مہینہ رمضان ۵ ہجری قمر یہ مہینہ شمسی تھا، لہذا ابن حبیب نے قمر یہ شمسی سال بیان کردیا۔بعض سرایا کے ان توقیتی اختلافات کی تطبیق اور توجیہ جہاں ممکن نہیں اور جہاں ابن حبیب کے بیان کردہ سرایا کے ناموں اور عنوانات کے سلسلے میں دیگر اہل سیر سے اختلاف نظر آتا ہے، وہاں ہم نے مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر دیگر سیرت نگاروں خصوصاً ابن سعد اور واقدی کی توقیت کو ترجیح دی ہے۔البتہ ابن حبیب کی توقیت سے بعض اوقات ابن سعد اور واقدی وغیرہ کے بعض تسامحات کا علم ہمیں ضرور ہو جاتا ہے، مثلاً سریہ سیف البحر/ سریہ خبط کو ابن سعد اور واقدی نے رجب ۸ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے۔(۳۰/ ۸) اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس میں قریش کے ایک تجارتی قافلے کا تعاقب بھی مقصود تھا، حالانکہ سال ۶ ہجری قمری کے اواخر میں قریش سے صلح حدیبیہ ہو چکی تھی اس صلح کے بعد مسلمانوں کی طرف سے قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کے تعاقب کا کوئی جواز یا احتمال بظاہر نظر نہیں آتا۔ابن حبیب نے سریہ سیف البحر کو سال ۴ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے (۳۰/ ۹) اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا ہے لیکن چونکہ ابن حبیب نے سال کے ساتھ مہینہ بیان نہیں کیا جبکہ ابن سعد اور واقدی نے مہینہ رجب بیان کیا ہے، لہذا ہم نے سریہ سیف البحر کو صلح حدیبیہ سے پہلے رجب ۶ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے۔

۱۱۔غزوۂ حدیبیہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳ مارچ ۶۲۸ء	اتوار	یکم رجب ۶ ہجری	یکم ذی قعدہ ۶ ہجری	۱۱ مارچ	17:19

سیرت نگاروں مثلاً واقدی نے حدیبیہ کے لئے روانگی کی تاریخ یکم ذی قعدہ ۶ ہجری اور دن سوموار لکھا ہے۔ (۳۰/۱۰) یہ ذی قعدہ یقیناً قمری تقویم کا ہے، کیونکہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنا قریش کے نزدیک بدترین گناہ تھا چنانچہ صحیحین، ابوداؤد اور ترمذی میں روایت کے متعلقہ کلمات یہ ہیں **کانوا یرون العمرة فی اشهر الحجّ من افجر الفجور فی الارض**...... (۳۱) رسول اکرم ﷺ کا یہ سفر صرف عمرہ کی ادائیگی کے لئے تھا۔ آپ ﷺ کا ارادہ قریش سے جنگ چھیڑنے کا ہرگز نہیں تھا۔ (۳۲) اس لئے یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ رسول اللہ ﷺ اشہر حج (حج کے مہینوں) میں عمرہ کر کے قریش کو خواہ مخواہ مشتعل کرنے کے درپے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے قول کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے چار عمرے کئے تھے، جن میں ایک عمرہ رجب میں ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ابن عمرؓ کے اس قول کو خطا پر محمول فرماتے ہوئے واضح کیا کہ اللہ ابوعبدالرحمٰن (ابن عمرؓ) پر رحم فرمائے وہ رسول اللہ ﷺ کے تمام عمروں میں شریک رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے کوئی عمرہ رجب کے مہینے میں نہیں کیا بلکہ تمام عمرے ذی قعدہ کے مہینے میں ہوئے۔ (۳۳) حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ اختلاف محض دو تقویمی التباس کی بنا پر ہے۔ جیسا کہ مذکورہ تقابلی جدول سے واضح ہے سال ۶ ہجری قمریہ شمسی میں ذی قعدہ ۶ ہجری قمری کے بالمقابل قمریہ شمسی مہینہ رجب ۶ ہجری ہی کا تھا۔ قریش مکہ کی قمریہ شمسی تقویم میں رجب کا مہینہ عمرے کے لئے مخصوص تھا اور عمرے کو وہ حج اصغر اور قمریہ شمسی تقویم کے مہینوں میں حج کو وہ حج اکبر کہا کرتے تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ سورہ توبہ میں مذکور حج اکبر کے متعلق تحریر فرماتے ہیں ''چونکہ عمرہ کو حج اصغر یعنی چھوٹا حج کہا جاتا ہے اس سے ممتاز کرنے کے لئے حج کو حج اکبر کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر سال کا حج، حج اکبر ہی ہے، عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال عرفہ بروز جمعہ واقع ہو صرف وہی حج اکبر ہے، اسکی اصلیت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اتفاقی طور پر جس سال رسول کریم ﷺ کا حجۃ الوداع ہوا ہے، اس میں عرفہ بروز جمعہ ہوا تھا، یہ اپنی جگہ پر ایک فضیلت ضرور ہے مگر آیت مذکورہ کے مفہوم سے اس کا تعلق نہیں''۔ (۳۴)

تفسیر ابوالسعود میں ہے...... **لانّ العمرة تُسمّی الحج الاصغر**۔ (۳۵) ''عمرے کو حج اصغر کہا جاتا تھا'' شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں رجب کے متعلق لکھا ہے:

Radjb: The month was a sacred one, in it Umra,

the essentially the part of the pre-Muhammadan ceremonies of pilgrimage took place. (36)

رجب: یہ ایک مقدس مہینہ تھا جس میں (رسول اکرم) محمد (ﷺ) کی بعثت سے پہلے کے دور میں حج میں لازمی طور پر شامل حج کی رسوم ادا کی جاتی تھیں جسے عمرہ کہا جاتا تھا۔

مذکور بالا وضاحت سے یہ بخوبی معلوم ہوگیا کہ قریش مکہ کی تقویم قمریہ شمسی تھی اور رسول اکرم ﷺ جب یکم ذی قعدہ ٦ ہجری (قمری) عمرے کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو قمریہ شمسی تقویم کے مطابق یہ تاریخ یکم رجب ٦ ہجری (قمریہ شمسی) تھی اور یہی مہینہ قریش مکہ اور دیگر عرب قبائل کے لئے عمرے کا تھا جسے وہ حج اصغر کہتے تھے، یہ مہینہ اشھر حرم میں شامل تھا جس میں لوگ جنگ و جدال سے دور رہتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے اس مہینے کا انتخاب نہایت دانشمندی سے فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ دور جاہلیت کی قمریہ شمسی تقویم میں عبرانی تقویم کی طرز پر سال کے پہلے مہینے محرم کا آغاز موسم خزاں سے ہوا کرتا تھا یہ بھی ثابت ہوگیا کہ سال چھ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات وحوادث کی جو توقیت ہم نے قمریہ شمسی اور قمری تقویم میں کی ہے وہ زمنی ترتیب کے مطابق بالکل درست ہے۔

سیرت نگاروں نے یکم ذی قعدہ ٦ ہجری کا دن سوموار لکھا ہے۔ قران شمس وقمر کی تاریخ ۱۱ مارچ ٦٢٨ عیسوی جیولین بوقت ۱۹:۱۷ ہے۔ ۱۲ مارچ کو غروب شمس کے وقت تک چاند کی عمر چوبیس گھنٹے سے کچھ زائد تھی، لہذا چاند کی پہلی تاریخ ۱۳ مارچ ٦٢٨ عیسوی جیولین کو بروز اتوار ہونی چاہئے، جدول اسی کے مطابق تیار کی گئی ہے، لیکن مدینے میں چاند ایک دن بعد نظر آیا، پس حدیبیہ کے لئے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کی روانگی یکم رجب ٦ ہجری قمریہ شمسی (بمطابق مدنی رویت ہلال) بمطابق یکم ذی قعدہ ٦ ہجری قمری بمطابق ۱۴ مارچ ٦٢٨ عیسوی جیولین بروز سوموار ہوئی، غزوہ حدیبیہ کی توقیت کا قمری ہونا اس لئے بھی ثابت ہے کہ یکم ذی قعدہ ٦ ہجری قمریہ شمسی کو دن ہفتہ تھا، تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۹ جولائی ٦٢٨ء	ہفتہ	یکم ذی قعدہ ٦ ہجری	یکم ربیع الاول ۷ ہجری	۷ جولائی	۰۱:۱۰

غزوہ حدیبیہ کا ذی قعدہ اسلئے بھی قمریہ شمسی نہیں ہوسکتا کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو قریش مکہ بدترین گناہ سمجھتے تھے، جیسا کہ اوپر قبل ازیں واضح کیا جاچکا ہے، ابن حبیب بغدادی نے یکم ذی قعدہ ٦

ہجری کا دن جمعرات لکھا ہے۔(۳۷) یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں، خواہ ذی قعدہ قمری تقویم کا لیا جائے یا قمریہ شمسی کا شمار کیا جائے، دن سوموار کا تھا۔

۱۲۔ملوک وسلاطین کو دعوتی خطوط:

حدیبیہ سے رسول اکرم ﷺ کی مراجعت اکثر اہل سیر و مغازی کے نزدیک اواخر ذی قعدہ یا اوائل ذی الحجہ ۶ ہجری میں ہوئی تھی۔(۳۸) ابن حبیب بغدادی کے نزدیک یہ مراجعت اواخر ذی الحجہ ۶ ہجری یا ۵ محرم ۷ ہجری کو ہوئی تھی۔(۳۹) زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ قمری تقویم کے مہینے ہیں۔ صحیحین میں موجود حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت کے مطابق غزوہ ذی قرد صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے جو غزوہ خیبر سے صرف تین پہلے پیش آیا تھا۔(۴۰) غزوہ خیبر بقول ابن سعد اور واقدی جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کا اور بقول ابن ہشام و ابن حبیب بغدادی وغیرہ محرم ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔(۴۱) غزوہ خیبر کا محرم قمریہ شمسی تقویم ہے جس کے بالمقابل خالص قمری تقویم مہینہ جمادی الاولیٰ تھا، لیکن دو تقویمی التباس کی وجہ سے اکثر سیرت نگاروں نے غزوہ خیبر کے محرم کو خالص قمری تقویم کا محرم سمجھ لیا، اس غلط فہمی کی وجہ سے وہ مزید کئی تسامحات کا شکار ہوئے، انہیں سمجھنے کے لئے سالہائے ۶ اور ۷ قمریہ شمسی ہجری کی تقابلی جداول کے متعلقہ حصے یکجا پیش کئے جا رہے ہیں:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳/ مارچ ۶۲۸ء	اتوار	یکم رجب ۶ ہجری	یکم ذی قعدہ ۶ ہجری	۱۱/ مارچ	۱۷:۱۹
۱۲/ اپریل	منگل	یکم شعبان	یکم ذی الحجہ	۱۰/ اپریل	۰۳:۴۱
۱۱/ مئی	بدھ	یکم رمضان	یکم محرم ۷ ہجری	۹/ مئی	۱۱:۲۶
۹/ جون	جمعرات	یکم شوال	یکم صفر	۷/ جون	۱۸:۲۴
۹/ جولائی	ہفتہ	یکم ذی قعدہ	یکم ربیع الاول	۷/ جولائی	۰۱ :۱۰
۷/ اگست	اتوار	یکم ذی الحجہ	یکم ربیع الثانی	۵/ اگست	۰۹:۰۶
۵/ ستمبر	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ	۳/ ستمبر	۱۹:۲۰
۵/ اکتوبر	بدھ	یکم محرم (کبیسہ)	یکم جمادی الاخریٰ	۳/ اکتوبر	۰۸:۳۶

مذکورہ جدول کو بغور دیکھنے سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ صلح حدیبیہ کا ذی قعدہ ۶ ہجری، حدیبیہ سے مراجعت کا ذی الحجہ ۶ ہجری اور اس کے بعد کا محرم ۷ ہجری سب کے سب خالص قمری تقویم کے

مہینے ہیں، جن کے بالمقابل رجب ٦ ہجری سے رمضان ٦ ہجری تک قمریہ شمسی تقویم کے مہینے ہیں۔ خالص قمری تقویم میں غزوہ خیبر کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری ہے، محرم ۷ ہجری قمری نہیں۔ سیرت نگاروں نے غزوہ خیبر کا جو مہینہ محرم ۷ ہجری لکھا ہے وہ دراصل قمریہ شمسی تقویم کا ہے جس کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری ہے جس کے بالمقابل عیسوی جیولین مہینہ ۵ ستمبر ٦٢٨ عیسوی جیولین سے شروع ہوکر ۴/اکتوبر ٦٢٨ عیسوی جیولین تک ہے اور ۵/اکتوبر ٦٢٨ عیسوی جیولین سے اگلا مہینہ محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری شروع ہو رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حدیبیہ سے مراجعت کے پانچ ماہ بعد اوائل محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر ٦٢٨ عیسوی جیولین میں پہلے غزوہ ذی قرد اور اسکے تین دن بعد اسی مہینے میں غزوہ خیبر ہوا۔ حدیبیہ سے واپسی کے بعد ۵ ماہ تک کوئی غزوہ اور سریہ نہیں ہوا۔ رسول اکرم ﷺ اس دوران مدینے ہی میں رہے پس موسیٰ بن عقبہ کا یہ خیال کہ حدیبیہ سے مراجعت کے بیس دن بعد ہی رسول اکرم ﷺ غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوگئے تھے۔ (۴۲) قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے، اسی طرح ابن اسحٰق کا یہ خیال کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد رسول اکرم ﷺ ذی الحجہ کا مہینہ اور اسکے بعد محرم ۷ ہجری کے کچھ دن مدینہ میں رہے پھر آپ غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوگئے۔ (۴۳) بھی قطعاً غلط ہے۔ صلح حدیبیہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب قبائل میں سے جو بھی قبیلہ مسلمانوں یا قریش کا حلیف بن کر اس معاہدے میں شریک ہونا چاہے وہ بخوشی ایسا کرسکتا ہے، چنانچہ بنوخزاعہ مسلمانوں کے اور بنوبکر قریش کے حلیف بن کر اس صلح نامے میں شامل ہوگئے، رسول اکرم ﷺ انتہائی امن پسند تھے، اس دور کے عرب معاشرے کے حالات کے پیش نظر یہ نہایت مناسب تھا کہ دیگر قبائل کو بھی خاصی مہلت دی جائے اور ان کے رویّے کا بغور جائزہ لیا جائے کہ وہ بھی امن کے اس معاہدے میں فریق بننا چاہتے ہیں یا نہیں اور یہ کہ قریش مکہ صلح کے اس معاہدے کو نبھانے میں مخلص ہیں یا نہیں۔ مزید برآں قیصرِ روم، کسرائے ایران اور دیگر چھوٹے بڑے حکمرانوں کو خاصی تعداد میں دعوتی خطوط لکھنا اور اس دور کے سست رو ذرائع رسل و رسائل کے پیش نظر ان خطوط کو متعلقہ حکمرانوں تک الگ الگ بھجوانا معمولی کام نہ تھا۔ ان مکاتیب نبوی کی ترسیل اور متعلقہ حکمرانوں سے انکے جوابات کی وصولی کے لئے خاصا وقت درکار تھا۔ دو تقویمی التباس کی بنا پر یہ غلط سمجھ لیا گیا کہ یہ خطوط ذی الحجہ ٦ ہجری اور اوائل محرم ۷ ہجری میں ہی بھجوا دیئے گئے تھے اور اسکے بعد رسول اکرم ﷺ غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہاں اصل حقیقت یہ ہے کہ جس ذی الحجہ اور محرم میں یہ خطوط لکھوائے

گئے، وہ خالص قمری تقویم کے مہینے ہیں اور غزوہ خیبر جس محرم میں ہوا ہے وہ قمریہ شمسی تقویم کا مہینہ ہے یوں آپ ﷺ کو ان خطوط کے لکھوانے اور متعلقہ حکمرانوں تک انہیں پہنچانے کے لئے پانچ مہینوں کی مہلت حاصل رہی، لہٰذا ضروری نہیں کہ یہ خطوط صرف ایک آدھ مہینے میں ہی لکھوا کر بھجوائے گئے ہوں، بلکہ بعض خطوط خاصی تاخیر سے بھیجے گئے مثلاً والی عمان کے لئے جو خط حضرت عمروؓ بن العاص لے کر گئے تھے تو وہاں کے لوگوں سے انہی دنوں حضرت عمروؓ بن العاص نے صدقات وصول کئے تھے۔ صدقات کی وصولی کا یہ سلسلہ اوائل ۹ ہجری (قمریہ شمسی) میں شروع ہوا تھا، لہٰذا یہ خط ذی قعدہ/ذی الحجہ ۸ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الثانی/جمادی الاولیٰ ۹ ہجری قمری بمطابق جولائی/اگست ۶۳۰ عیسوی جیولین میں بھیجا گیا۔ اسی طرح والئی بحرین منذر بن ساویٰ کے نام جو خط لکھا گیا وہ اواخر ۹ ہجری/اوائل ۱۰ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ/جمادی الاخریٰ ۱۰ ہجری قمری بمطابق اگست/ستمبر ۶۳۱ عیسوی جیولین کا معلوم ہوتا ہے، کیونکہ منذر بن ساویٰ نے جواب میں جو خط لکھا تھا اسکے جواب میں رسول اکرم ﷺ کے نامہ مبارک میں یہود و مجوس پر جزیے عائد کرنے کا لکھا ہے۔ جزیہ کے احکام فتح مکہ کے بعد نازل ہوئے تھے اور سب سے پہلے جزیہ اہل نجران پر عائد کیا گیا تھا۔ (۴۴) جن کا وفد اواخر سال ۹ ہجری (قمریہ شمسی) میں آیا تھا۔ البتہ دیگر خطوط اکثر و بیشتر شعبان ۶ ہجری قمریہ شمسی سے ذی الحجہ ۶ ہجری قمریہ شمسی کے دوران لکھے گئے جن کے بالمقابل خالص قمری تقویم کے مہینے ذی الحجہ ۶ ہجری قمری سے ربیع الثانی ۷ ہجری قمری تک بنتے ہیں۔ عیسوی جیولین کی تواریخ ۱۲/اپریل ۶۲۸ عیسوی جیولین سے ۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین تک کی بر آمد ہوتی ہیں یہ کل مدت پانچ ماہ بنتی ہے۔ اس کے بعد چھٹے مہینے محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین، میں پہلے غزوہ قرد اور پھر غزوہ خیبر ہوا۔ غزوہ خیبر کے محرم کے قمریہ شمسی ہونے کا ایک نہایت واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا نامۂ مبارک حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری لے کر گئے تھے۔ حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے نجاشی کو یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ آپ ﷺ کا نکاح ام حبیبہؓ سے کر دیا جائے، چنانچہ نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح رسول اکرم ﷺ سے کر دیا اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کو شرحبیلؓ بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ بھیج دیا۔ آپ مدینے میں ان دنوں پہنچیں جب رسول اکرم ﷺ خیبر میں تھے۔ اگر نجاشی کو خط ذی الحجہ ۶ ہجری قمری میں لکھا گیا ہو تو نجاشی تک اسے پہنچانے میں یقیناً خاصی مدت صرف ہوئی ہوگی کیونکہ حبشہ، مدینے سے طویل مسافت پر واقع ہے وہاں تک پہنچنے کے لئے بحری سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس کے

بعد حضرت ام حبیبہؓ کا رسول اکرم سے نکاح ہونا اور پھر حبشہ سے ام المؤمنینؓ کا مدینہ پہنچنا مزید وقت کا متقاضی ہے، یہ ممکن نہیں کہ ذی الحجہ ۶ ہجری قمری میں نجاشی کو خط روانہ ہونے کے بعد اگلے ہی مہینے محرم ۷ ہجری قمری میں ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ مدینہ پہنچ جائیں، بلکہ یہ امکان اور بھی مخدوش ہو جاتا ہے اگر ابن حبیب بغدادی کے اس قول کو قبول کیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ کی حدیبیہ سے واپسی اواخر ذی الحجہ ۶ ہجری یا ۵ محرم ۷ ہجری کو ہوئی تھی۔ (۴۵) پس غزوہ خیبر کا قمری مہینہ محرم نہیں ہوسکتا بلکہ قمری مہینہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری تھا، جیسا کہ واقدی وغیرہ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ البتہ اس جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کے بالمقابل قمریہ شمسی مہینہ واقعی محرم ۷ ہجری (قمریہ شمسی) تھا، جسے ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ اہل سیر نے غلطی سے قمری تقویم کا محرم سمجھ لیا، چونکہ ذی الحجہ ۶ ہجری قمری اور اسکے بعد محرم ۷ ہجری قمری کے درمیان کسی اور قمری مہینے کا آنا عقلاً محال ہے، اس لئے غزوہ خیبر کے محرم ۷ ہجری کو قمری تقویم کا سمجھ لینے سے سیرت نگاروں کو مزید غلط فہمی یہ ہوئی کہ انہوں نے غزوہ ذی قرد کو سال ۷ ہجری کا غزوہ قرار دینے کی بجائے اسے سال ۶ ہجری کا غزوہ قرار دے دیا، کیونکہ غزوہ ذی قرد کا مہینہ واقدی نے ربیع الثانی اور ابن اسحٰق نے جمادی الاولیٰ لکھا ہے۔ خالص قمری تقویم کے ذی الحجہ اور محرم کے درمیان ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ بلکہ کوئی بھی اور مہینہ نہیں آسکتا، لہذا غزوہ ذی قرد کی توقیت کو ان سیرت نگاروں نے اپنے اصل وقت سے ایک سال مقدم کر دیا۔ غزوہ ذی قرد جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کا واقعہ ہے، ہم اس کی وضاحت سال ۷ ہجری قمریہ شمسی کے توقیتی مباحث میں کریں گے۔ اسی جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کے بالمقابل محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی تھا جو غزوہ خیبر کا مہینہ ہے، جس کے صرف تین دن پہلے بروایت حضرت سلمہؓ بن اکوع غزوہ ذی قرد ہوا تھا بالفاظ دیگر غزوہ ذی قرد اور غزوہ خیبر دونوں کا ایک ہی مہینہ ہے۔

متعلقہ تقابلی جدول کے مذکورہ بالا حصے کے آخر میں سال ۷ ہجری قمریہ شمسی کا محرم (کبیسہ) دکھایا گیا ہے، جس کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری ہے، اور عیسوی جیولین کا مہینہ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی ہے۔ عبرانی سال ۴۳۸۹ خلیقہ تھا جو ۱۹ سالہ عبرانی دور کے ۲۳۱ ویں دور کا انیسواں سال ہونے کی وجہ سے مکبوس (نسی کے مہینے والا) سال ہے، لہذا سال ۷ ہجری قمریہ شمسی بھی ایک مکبوس سال ہے، جس میں محرم کے بعد کبیسہ کا محرم ڈالا گیا ہے۔ سیرت نگاروں کو اس کبیسہ والے محرم کا علم نہ ہوسکا، یہی محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین سریہ حُسمیٰ اور غزوہ ذات الرقاع کا مہینہ ہے، سیرت نگاروں نے ۷ ہجری قمریہ شمسی تقویم کے

محرم کبیسہ کو نہ سمجھ پانے اور اسے نظر انداز کرنے کی وجہ سے سریہ حُسمیٰ اور غزوہ ذات الرقاع کی توقیت کو بھی مقدم کر ڈالا، سریہ حُسمیٰ کو انہوں نے جمادی الاخریٰ ۶ ہجری کا سریہ اور غزوہ ذات الرقاع کو جمادی الاولیٰ یا محرم ۵ ہجری کا غزوہ قرار دیا، حالانکہ یہ دونوں محرم کبیسہ ۷ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات ہیں۔ مزید وضاحت انشاءاللہ سال ۷ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات وحوادث میں آئے گی۔

۱۳۔ حضرت ام حبیبہؓ سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح:

یہ نکاح نجاشی شاہ حبشہ نے پڑھایا تھا جس کے نام رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ الضمریؓ کے ہاتھ نامہ مبارک شعبان ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی الحجہ ۶ ہجری قمری بمطابق اپریل ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ارسال فرمایا تھا۔ حبشہ مدینے سے طویل مسافت پر واقع ہے لہذا یہ نکاح شوال/ ذی تعدہ ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الاول ۷ ہجری قمری بمطابق جون رجولائی ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوا۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۹ر جون ۶۲۸ء	جمعرات	یکم شوال ۶ ہجری	یکم صفر ۷ ہجری	۷ جون	۱۸:۲۴
۹ر جولائی	ہفتہ	یکم ذی قعدہ	یکم ربیع الاول	۷ر جولائی	۰۱:۱۰

توقیتی جدول سال ۶ ہجری قمریہ شمسی، ۶۔۷ ہجری قمری، ۶۲۷۔۶۲۸ عیسوی جیولین

نمبر شمار	اہم واقعات	قمریہ شمسی ہجری	دن	قمری ہجری	عیسوی جیولین
۱	سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم عیص)	محرم ۶ ہجری	۔	جمادی الاولیٰ ۶ ہجری	ستمبر، اکتوبر ۶۲۷ء
۲	سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم طرف)	صفر	۔	جمادی الاولیٰ	اکتوبر رنومبر
۳	سریہ زیدؓ بن حارثہ (مہم وادی القریٰ)	ربیع الاول	۔	رجب	نومبر/ دسمبر
۴	سریہ سیف البحر (مہم خبط)	ایضاً		رجب ۶ ہجری	ایضاً
۵	سریہ عبدالرحمٰن بن عوف (مہم دومتہ الجندل)	ربیع الثانی	۔	شعبان	دسمبر ۶۲۷ء جنوری ۶۲۸ء

۶	سریہ علیؓ بن ابی طالب (مہم فدک)	ایضاً	ـ	ایضاً	ایضاً
۷	سریہ زیدؓ بن حارثہ بجانب امّ قرفہ	جمادی الاولیٰ	ـ	رمضان	جنوری/ فروری ۶۲۸ء
۸	سریہ عبداللہؓ بن رواحہ	جمادی الاخریٰ	ـ	شوال	فروری/ مارچ
۹	سریہ کرزؓ بن جابر فہری	جمادی الاخریٰ	ـ	ایضاً	ایضاً
۱۰	سریہ عمروؓ بن امیہ الضمری	ایضاً	ـ	(ایضاً)	ایضاً
۱۱	روانگی برائے غزوہ حدیبیہ (بلحاظ مدنی رویئت ہلال)	یکم رجب	سوموار	یکم ذی قعدہ	۱۴ مارچ
	(بمطابق قواعد ہیئت)	۲ رجب	سوموار	۲ ذی قعدہ	ایضاً
۱۲	مراجعت از حدیبیہ	اواخر رجب/ اوائل شعبان	ـ	اواخر ذی قعدہ/ اوائل ذی الحجہ	اپریل
	مراجعت (بقول ابن حبیب)	اواخر شعبان/ اوائل رمضان	ـ	اواخر ذی الحجہ ۶ ہجری/ اوائل محرم ۷ ہجری	مئی
۱۳	ملوک وسلاطین کو دعوتی خطوط کی ترسیل	شعبان تا ذی الحجہ	ـ	ذی الحجہ ۶ ہجری تا ربیع الثانی ۷ ہجری	۱۲ اپریل تا ۴ ستمبر
۱۴	ام حبیبہؓ سے رسول اللہ ﷺ کا نکاح	(شوال/ ذی قعدہ)	ـ	صفر/ ربیع الاول ۷ ہجری	۹ جون تا ۶ اگست

سال ۷ ہجری قمریہ شمسی، ۷ ـ ۸ ہجری قمری، ۶۲۸ ـ ۶۲۹ عیسوی جیولین

۱۔ غزوہ ذی قرد :

اسے غزوہ غابہ بھی کہتے ہیں، ذو قرد ایک کنویں کا نام ہے جو خیبر کے راستے میں غطفان سے

قریب مدینے سے ایک منزل پر واقع ہے۔ غابہ جنگل کو کہتے ہیں، یہاں کوہ سلع سے قریب واقع وہ چراگاہ مراد ہے جہاں رسول اکرم ﷺ کے اونٹ چرا کرتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی اونٹنیاں اپنے غلام رباحؓ اور ایک چرواہے (حضرت ابوذر غفاریؓ کے بیٹے) کی نگرانی میں چراگاہ میں چھوڑ رکھی تھیں۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع بھی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے ساتھ وہیں تھے کہ صبح کے وقت اچانک عیینہ بن حصن فزاری اور اسکے بیٹے عبدالرحمٰن بن عیینہ بن حصن فزاری نے چھاپہ مارا اور چرواہے کو قتل کر کے اسکی بیوی اور سب اونٹنیوں کو ساتھ لے گئے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے حضرت طلحہؓ کو ان کا گھوڑا واپس کرنے کے لئے اسے رباحؓ کے حوالے کر دیا اور خود حملہ آوروں کے تعاقب میں نکل پڑے اور اس سے پہلے انہوں نے ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر زور سے پکارا ''واصباحاہ'' ''اے صبح کا حملہ''۔ اس آواز کو رسول اکرم ﷺ نے مدینے میں سن لیا، مدینے میں رسول اکرم ﷺ کو اس حادثے کا پورا علم رباحؓ کے ذریعے ہوا۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے دشمن کا تعاقب جاری رکھا اور ان پر مسلسل تیراندازی کرتے رہے، دشمن کا کوئی سوار جب ان کی طرف لپکتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں بیٹھ کر اس سے زخمی کر دیتے، اس مسلسل تعاقب سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی تمام اونٹنیاں ان سے واپس چھین لیں بلکہ دشمن کے لوگ اپنا بوجھ ہلکا کرنے کیلئے تیس سے زیادہ یمنی چادریں اور اتنے ہی نیزے بھی پھینک گئے۔ وہ جو کچھ پھینکتے تھے حضرت سلمہؓ ان پر بطور نشان کچھ پتھر ڈال دیتے تھے، تاکہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ آنے والے رفقا پہچان لیں کہ یہ دشمن سے حاصل ہونے والا مال ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ ایک گھاٹی کے تنگ موڑ پر بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تو حضرت سلمہؓ بھی ایک چوٹی پر جا کر بیٹھ گئے، اس پر دشمن کے چار آدمی ان کی طرف لپکے، لیکن حضرت سلمہ کے ڈرانے اور دھمکانے پر واپس چلے گئے۔ دریں اثناء رسول اللہ ﷺ بھی مع سواروں کے پہنچ گئے، سب سے آگے حضرت اخرمؓ ان کے پیچھے ابوقتادہؓ اور ان کے پیچھے مقدادؓ بن اسود تھے، حضرت اخرمؓ کا اصل نام محرزؓ بن نضلۃ تھا، عبدالرحمٰن فزاری نے حضرت اخرمؓ پر نیزے سے حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، اس پر حضرت ابوقتادہؓ نے نیزے سے عبدالرحمٰن فزاری کو قتل کر دیا، جب کہ اس کے باقی ساتھی بھاگ نکلے۔ جو اونٹنیاں دشمن سے واپس لی گئی تھیں ان میں سے ایک اونٹنی حضرت بلالؓ نے ذبح کی اور اس کا گوشت رسول اکرم ﷺ نے بھی تناول فرمایا جو حضرت بلالؓ نے آپ ﷺ کے لئے بھون کر تیار کیا تھا۔

مسلمانوں نے دشمن کا تعاقب جاری رکھا، حضرت سلمہؓ ان کے پیچھے پیدل دوڑتے چلے گئے،

سورج غروب ہونے سے پہلے یہ لوگ ذی قرد نامی ایک چشمے پر پہنچ گئے جہاں وہ اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے، لیکن حضرت سلمہؓ نے انہیں چشمے کے قریب پھٹکنے نہ دیا۔ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے شہسوار ساتھی بھی سورج غروب ہونے کے بعد وہاں پہنچ گئے، حضرت سلمہؓ نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھے سوسوار دے دیں تو میں ان سب کے گھوڑے چھین کر اور انہیں گردنوں سے پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ رسول اکرم ﷺ خوب ہنسے یہاں تک کے آپ کے دندانِ مبارک کی چمک آگ کی روشنی میں دکھائی دے رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن اکوعؓ تم ان پر قابو پا چکے، اب ذرا نرمی سے کام لو، اس غزوے کے ضمن میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج ہمارے سب سے بہتر سوار ابوقتادہ اور سب سے بہتر پیادے سلمہؓ ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت سلمہؓ کو دو حصے ایک پیادہ کا اور ایک سوار کا دیا، اور مدینہ واپس ہوتے ہوئے آپ ﷺ نے انہیں عضباء نامی اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے بٹھانے کا اعزاز بھی بخشا۔ اس غزوے کا پرچم حضرت مقدادؓ بن اسود کو سونپا گیا تھا اور مدینے کا انتظام حضرت ابن ام مکتومؓ کے سپرد کیا گیا تھا، جو مسلمان خاتون دشمن کی قید میں چلی گئی تھیں وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر واپس آگئیں۔ اس خاتون نے دشمن سے رہائی پر نذر مانی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اس اونٹنی کو ذبح کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ غیر مملوکہ مال اور معصیت کے کاموں میں نذر ماننا درست نہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق اس غزوے کے لئے روانگی ۳ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۳ جمادی الاولی بمطابق ۷ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز بدھ ہوئی اور واپسی پانچویں روز ۷/ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۷/ جمادی الاولی ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۱/ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز اتوار ہوئی، وضاحت توقیتی مباحث میں ہوگی۔

۲۔ باذان والیٔ یمن کے دو سپاہیوں کی مدینہ میں آمد:

رسول اکرم ﷺ نے شاہ ایران خسرو پرویز کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے اپنا نامہ مبارک بھیجا تھا، اس نے ازراہ تکبر اس نامہ مبارک کو پھاڑ دیا اور اپنے صوبہ یمن کے والی باذان کو حکم دیا کہ دو طاقتور آدمیوں کو مدینہ بھیجا جائے جو محمد (ﷺ) کو گرفتار کر کے اس کے دربار میں پیش کریں۔ چنانچہ باذان والیٔ یمن کے بھیجے ہوئے دو آدمی رسول اکرم ﷺ کو بزعم خویش گرفتار کرنے کے لئے مدینہ پہنچے آپ ﷺ کی ان سے گفتگو ہوئی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا۔ اگلے روز جب وہ

رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں مطلع فرمایا کہ تمہارا کسریٰ آج رات ہلاک ہو چکا ہے۔ باذان کے بھیجے ہوئے یہ دونوں سپاہی ۹ اور ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۹ اور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز منگل و بدھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ انہوں نے یمن واپس پہنچ کر باذان کو مطلع کیا تو اسی دوران خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ کا خط باذان کو ملا کہ میں نے اپنے باپ کو قتل کر کے حکومت خود سنبھال لی ہے اب تم میری اطاعت کرو اور میرے باپ نے جس شخص پکڑنے کے متعلق حکم دیا تھا، اسے فی الحال کچھ نہ کہا جائے اس پر باذان اور اسکے ساتھیوں نے اسلام قبول کرلیا۔

۳۔ کسریٰ خسرو پرویز شاہ ایران کا قتل:

خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کی درمیانی رات کو قتل کیا، شمسی تقویم کے مطابق منگل کا اور قمری تقویم کے مطابق بدھ کا دن تھا، وضاحت انشاء اللہ توقیتی مباحث میں آئے گی۔

۴۔ غزوہ خیبر:

صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق عرب قبائل کو اختیار تھا کہ وہ قریش مکہ یا مسلمانوں کے حلیف بن کر امن کے اس معاہدے میں شریک ہو سکتے ہیں تا کہ پورے جزیرہ نمائے عرب میں امن و امان قائم ہو اور لوگ آئے دن کی جنگوں سے نجات حاصل کریں، یہی وجہ ہے کہ ذی الحجہ ۶ ہجری قمری (شعبان ۶ ہجری قمریہ شمسی) میں حدیبیہ سے مراجعت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے کسی کے خلاف بھی لشکر کشی میں پہل نہیں فرمائی، بلکہ آپ ﷺ نے سب کو خاصا وقت اور موقع فراہم کیا کہ وہ جنگ و جدال سے کنارہ کشی کرتے ہوئے مسلمانوں سے مصالحانہ رویہ اختیار کریں۔ اسی دوران آپ ﷺ نے اردگرد کے مختلف حکمرانوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے خطوط بھجوائے، لیکن حدیبیہ سے واپسی پر پانچ ماہ ہی گذرے تھے کہ عیینہ بن حصن الفزاری نے آپ ﷺ کی چراگاہ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا، جس کی وجہ سے غزوہ ذی قرد ہوا، اس غزوے سے واپسی کے تین روز بعد ہی آپ ﷺ نے یہودیوں کے خلاف فوج کشی فرمائی۔ یہودیوں کا نسلی تعلق اگرچہ بنی اسرائیل سے تھا لیکن جزیرہ نمائے عرب میں عرصۂ دراز

کے قیام اور عربوں سے گہرے، معاشی و معاشرتی روابط کی وجہ سے وہ عرب معاشرے کا حصہ بن چکے تھے، لہٰذا صلح نامہ حدیبیہ نے ان کے لئے امن کے مواقع فراہم کئے لیکن ان یہودیوں اور عرب کے نجدی قبائل نے امن پسند ہونے کا ثبوت دینے کی بجائے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض و عداوت اور حسد پر مبنی سازشیں مسلسل جاری رکھیں۔ خیبر کے یہ یہودی وہی تھے جنھوں نے غزوہ خندق، احزاب میں عرب کے تقریباً تمام مشرک قبائل کو مسلمانوں کے خلاف یکجا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا تھا، یہ وہی یہودی تھے جنھوں نے اسی غزوۂ خندق میں مدینے کے پڑوس میں آباد یہودی قبیلے بنو قریظہ کو عہد شکنی اور غدّاری پر آمادہ کیا تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد بھی ان یہودیوں نے اپنی روش نہ بدلی، انہوں نے بنو غطفان اور بدوؤں سے برابر رابطہ رکھا اور انہیں ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں لگے رہے۔ ان کے ساتھ اب تک رسول اکرم ﷺ نے جو نرم رویہ اختیار کر رکھا تھا اس کے جواب میں انہوں نے ہر موقع پر احسان فراموشی سے کام لیتے ہوئے مسلمانوں سے اپنی کھلی عداوت کا سلسلہ جاری رکھا، یہ وہ حالات تھے جن کے تحت ان کی سرکوبی کئے بغیر خود اہلِ اسلام کا تحفظ بظاہر مشکل نظر آ رہا تھا۔

یہودیوں سے آباد خیبر کا یہ علاقہ مدینہ منورہ سے شام کی جانب تین منزل پر واقع تھا۔ مدینے کے ایک یہودی قبیلے بنو نضیر کو جب سال ۴ ہجری قمریہ شمسی میں مدینے سے جلاوطن کیا گیا تو وہ بھی یہیں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ غزوۂ بنی نضیر میں ان کی جان بخشی کر دی گئی تھی لیکن وہ احسان فراموش ثابت ہوئے، خیبر میں یہودی زرخیز زمینوں پر قابض تھے اور اپنی آبادی کے اردگرد انہوں نے متعدد مضبوط قلعے بنا رکھے تھے۔

غزوۂ خیبر میں اکثر و بیشتر صرف وہی لوگ شریک ہوئے جنھوں نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی، جنھیں اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح میں مستقبل قریب و بعید میں فتوحات اور غنیمتوں کی پے در پے بشارتیں دیں۔ خیبر کی فتح اور غنیمتیں بھی ان بشارتوں میں شامل تھیں اور رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کہ جو بدّو لوگ مسلمان ہونے کے دعوے کے باوجود آپ ﷺ کی خواہش اور حکم پر بھی سفر حدیبیہ میں شامل نہیں ہوئے وہ اگر چہ یہ چاہیں گے کہ آئندہ وہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہو کر غنیمتوں میں حصہ لیں، لیکن انہیں ہرگز غزوات میں شامل نہ کیا جائے۔ پس صلح حدیبیہ میں شریک جو صحابۂ کرامؓ غزوہ خیبر میں شامل ہوئے، ان میں سے کوئی بھی منافق نہ تھا ورنہ غنیمتوں والے اس غزوے میں انہیں بھی ہرگز ہرگز شریک نہ کیا جاتا۔

اس غزوے کے دوران مدینے کا انتظام حضرت سباعؓ بن عرفطہ انصاری کے سپرد کیا گیا تھا۔ ابن اسحٰق کے بقول نمیلہؓ بن عبداللہ اللیثی کو مدینے میں نائب مقرر کیا گیا تھا، لیکن پہلا قول ہی راجح ہے، کیونکہ انہی

دنوں حضرت ابوہریرہؓ مسلمان ہوکر مدینے آئے تھے تو حضرت سباعؓ بن عرفطہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے وہاں سے حضرت ابوہریرہؓ خیبر میں اس وقت پہنچے تھے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں سے گفتگو کر کے حضرت ابوہریرہؓ اوران کے ساتھیوں کو بھی خیبر کے مال غنیمت میں شریک فرمایا تھا۔

غزوہ خیبر کے لئے رسول اکرم ﷺ کی روانگی غزوہ ذی قرد سے واپسی پر تین دن بعد ۱۰/۱۱ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰/۱۱ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۴/۱۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز بدھ/جمعرات ہوئی۔ آپ ﷺ نے خیبر جاتے ہوئے جبلِ عصر کو عبور کیا، اس کے بعد وادئ صہباء سے ہوتے ہوئے وادی رجیع میں جا پہنچے، یہ وہ رجیع نہیں ہے جہاں چند سال پہلے قبائل عضل وقارہ نے غدّاری سے کام لیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی جانب سے بھیجے گئے مبلغین اسلام کو شہید کیا تھا اور حضرت خبیب بن عدی اور حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر کے اہل مکہ کے حوالے کر دیا تھا اور انہوں نے بعد میں انہیں شہید کر ڈالا تھا۔

یہ وادی رجیع بنوغطفان کے علاقے اور خیبر کے درمیان واقع تھی، یہاں سے بنوغطفان کی آبادی ایک دن کی مسافت پر واقع تھی یوں رسول اکرم ﷺ نے بنوغطفان کا خیبر کے یہودیوں سے رابطہ کاٹ دیا۔ یہ لوگ یہودیوں کی مدد کے لئے خیبر جانا چاہتے تھے لیکن راستے میں انہیں اپنی آبادی کے علاقے میں کچھ شور وشغب سنائی دیا تو وہ واپس پلٹ گئے کیونکہ اب خود ان کا اپنا علاقہ غیر محفوظ ہو گیا تھا۔

بعد میں اسی وادی رجیع کو رسول اکرم ﷺ نے اسلامی سپاہ کا فوجی مستقر (کیمپ) بنایا کیونکہ خیبر میں کسی بڑی کھلی میدانی جنگ کا امکان نہ تھا، یہودی تو اپنے قلعوں میں پناہ لئے ہوئے تھے، اسلامی فوج کو ان قلعوں کا محاصرہ کرنے کے لئے مختلف دستوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا اور خیبر کے قلعوں پر متعدد صحابہ کرامؓ کی زیر قیادت یہ دستے باری باری اور وقتاً فوقتاً حملہ آور ہوتے رہے۔ رات کے وقت مسلمان فوجی اسی کیمپ میں آکر ٹھہرتے تھے، جنگ میں زخمی ہونے والے مجاہدین کو بھی یہیں لایا جاتا تھا اور یہیں ان کا علاج ومعالجہ ہوتا تھا، اسلامی لشکر کے ہمراہ مدینہ سے کوئی بیس خواتین بھی ساتھ آئی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان عورتوں کی آمد پر ناراضگی کا اظہار فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم چرخہ کات کر مسلمان سپاہیوں کے لئے سوت تیار کریں گی، زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کریں گی، مجاہدین کے لئے تیر اٹھا کر لائیں گی۔ ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ خیمے اور بار برداری وغیرہ کا سامان اور خواتین کو بھی اسی کیمپ میں ٹھہرایا گیا۔ اس کیمپ کی سربراہی حضرت عثمانؓ بن عفان کے

سپرد تھی اس فوجی کیمپ کی نگرانی اور حفاظت کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ صحابہ کرامؓ راتوں کو باری باری اس کی نگرانی کرتے تھے، اسی لشکر گاہ میں نماز کے لئے مسجد بھی تیار کر لی گئی تھی۔

غزوہ خیبر میں اسلامی سپاہ میں حضرت سلمہؓ بن عمرو بن اکوع اور ان کے چچا حضرت عامرؓ بن اکوع بھی شریک سفر تھے، حضرت عامرؓ شاعر تھے، رات کے وقت دورانِ سفر کسی نے ان سے اپنے اشعار سنانے کو کہا تو وہ سواری سے اتر کر یہ اشعار پڑھنے لگے:

اللّٰھم لو لا انت ما اھتدینا ولا تصدّقنا ولا صلّینا

فاغفر فداء لک ما التقینا و ثبّت الاقدام ان لا قینا

والقینّ سکینۃ علینا انّا اذا صِیح بنا ابینا

و بالصیاح عوّلوا علینا

اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہمیں ہدایت حاصل نہ ہوتی اور نہ ہی ہم خیرات کرتے اور نہ ہی نماز پڑھتے۔ ہم تجھ پر فدا ہوں تو ہمیں بخش دے جب ہم (دشمن سے جنگ میں) ملیں اور جب ہمارا ان سے ٹکراؤ ہو تو (ہمارے) قدموں کو ثابت قدم رکھ اور ہم پر ضرور بالضرور سکینہ (اطمینان) نازل فرما، بے شک جب ہمیں للکارا جاتا ہے تو ہم (پیچھے ہٹنے سے) انکار کرتے ہیں، اور للکار میں لوگوں نے ہم پر اعتماد کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے دریافت فرمانے پر لوگوں نے آپ کو بتایا کہ یہ عامرؓ بن اکوع ہیں جو اشعار پڑھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ اس پر رحم کرے''۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا ''یا رسول اللہ! (عامر کے لئے) جنت واجب ہوگئی آپ ﷺ نے انہیں ہمارے لئے کیوں نہیں رہنے دیا''؟ یعنی انکی عمر دراز ہوتی تو ہم ان سے مستفید ہوتے۔ جنگ کے موقع پر اگر رسول اکرم ﷺ کسی خاص شخص کے لئے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شہید ہو جاتا تھا۔ اسی لئے صحابہ کرامؓ سمجھ گئے کہ اس غزوے میں حضرت عامرؓ مرتبۂ شہادت پر فائز ہونگے۔

وادی رجیع سے رسول اکرم ﷺ خیبر کے لئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ خیبر میں شمال کی جانب سے یعنی مدینہ کی بجائے شام کی جانب سے داخل ہونا چاہتے تھے تاکہ بنو غطفان اور یہودیوں کا آپس میں

رابطہ بحال نہ ہو سکے اور یہودیوں کا شام کی طرف بھاگ نکلنے کا راستہ بھی بند ہو جائے۔ راستہ بتانے کے لئے دو ماہرین ساتھ تھے ان میں ایک کا نام حُسیل بن نویرہ تھا، انہوں نے وہاں سے خیبر کی طرف نکلنے والے چند راستوں حزن (بمعنی رنج)، شاش (بمعنی اختلاف وافتراق والا)، حاطب (بمعنی لکڑیاں جمع کرنے والا) کے نام لئے، لیکن آپ ﷺ نے ان راستوں پر چلنا پسند نہ فرمایا، آخری راستے کا نام حُسیل نے رحب (بمعنیٰ فراخی) بتایا تو آپ ﷺ نے اسی کو پسند فرمایا۔ رات کے وقت خیبر کے بالکل قریب وادی صہباء میں پہنچ گئے، وہاں آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھنے کے بعد کھانا طلب فرمایا، کھانے کے لئے صرف ستو ہی موجود تھے، اپنے اصحابؓ کے ساتھ آپ ﷺ نے بھی یہی ستو پانی میں گھول کر نوش فرمائے، رات کے وقت آپ ﷺ خیبر کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ وہاں سے عمارتیں نظر آتی تھیں۔ آپ ﷺ کسی پر شب خون نہیں مارا کرتے تھے۔ آپ نے وہاں فجر کی نماز صبح منہ اندھیرے ادا فرمائی اور پھر خیبر کی طرف چل دیئے۔ یہودیوں کو مسلمانوں کی اس تمام حرکت ونقل کا علم نہ ہو سکا تھا۔ خیبر کے لوگ کھیتی باڑی کے لئے اپنے آلات زراعت پھاوڑے وغیرہ لے کر نکلے تو اچانک اسلامی لشکر کو دیکھ کر پیچھے یہ کہتے ہوئے بھاگے'' واللہ! محمد (ﷺ) لشکر سمیت آپہنچے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ اکبر! خیبر برباد ہوا، اللہ اکبر! خیبر برباد ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بُری ہو جاتی ہے''۔

رسول اکرم ﷺ نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہ جگہ اس لئے موزوں نظر نہ آتی تھی کہ یہودی قلعے سے یہ جگہ قریب ترین تھی اور قلعہ بند یہودیوں کی طرف سے تیر اندازی سے مسلمان محفوظ نہیں تھے۔ یہودیوں کی طرف سے شب خون کا بھی خدشہ تھا، مسلمانوں کی جاسوسی بھی ان کے لئے آسان تھی، یہ مقام کھجوروں کے درمیان پستی میں واقع تھا اور اسکی آب وہوا بھی مناسب نہ تھی۔ جب حضرت حبابؓ بن منذر کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس جگہ کا انتخاب وحی کی بنا پر نہیں بلکہ محض ذاتی رائے اور تدبیر کے تحت ہے تو حضرت حبابؓ نے پڑاؤ کی جگہ بدلنے کی تجویز دی جسے آپ ﷺ نے قبول فرماتے ہوئے کسی دوسرے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ خیبر میں داخل ہونے سے پہلے آپ ﷺ نے لشکر کو رکنے کا حکم دیا اور پھر یوں دعا فرمائی۔

اللّٰھمّ رب السموات السّبع وما اظللنَ و رب الارضِین السبع

وما اقللن و ربّ الشیاطین وما اضللن فانّا نسئلک خیر ھذہ

القریۃ و خیر اھلھا و خیر ما فیھا و نعوذ بک من شر ھٰذہ القریۃ
و شر اھلھا و شرّ ما فیھا۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور جن پر وہ سایہ کئے ہوئے ہیں، (ان سب) کے پروردگار، اور ساتوں زمینوں اور جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں (ان سب) کے پروردگار اور شیاطین اور جن کو وہ گمراہ کئے ہوئے ہیں، (ان سب) کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی کی اور اس بستی کے رہنے والوں کی طرف سے اور جو کچھ اس بستی میں ہے (ان سب) کی بھلائی مانگتے ہیں اور اس بستی اور اس بستی کے رہنے والوں اور جو کچھ اس بستی میں ہے، (ان سب) کی بُرائی سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ''چلو، اللہ کے نام سے آگے بڑھو''۔

خیبر کا علاقہ دو حصوں میں تھا، ایک حصے میں تین قلعوں حصن ناعم، حصن صعب بن معاذ اور حصن زبیر پر مشتمل علاقہ ''نطاۃ'' اور دو قلعوں حصن اُبَی اور حصن نزار پر مشتمل علاقہ ''شق'' کہلاتا تھا۔ خیبر کے دوسرے حصے کو ''کتیبہ'' کہا جاتا تھا جس میں تین قلعے حصن قموص، حصن وطیح اور حصن سلالم تھے، ان آٹھ بڑے قلعوں کے علاوہ چند چھوٹے قلعے بھی تھے۔ اس دور کی جنگوں کے طرز اور سامانِ حرب کے پیش نظر جب قلعے متعدد ہوتے تھے تو طاقتور حملہ آور کی زد سے محفوظ رہنے کے لئے مقابل فریق کے جنگجو اور عام لوگ مختلف حصوں میں منتشر ہو کر جنگی اہمیت کے حامل دستیاب سبھی قلعوں میں پناہ لیتے تھے تاکہ اگر بالآخر شکست بھی ہو تو بھی جنگی محاذ کے اس پھیلاؤ سے سب کے سب ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی وقت میں ہزیمت خوردہ نہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ حملہ آور فریق کی کوشش بھی یہی ہوتی تھی کہ حتی الامکان اس طرح کے سب قلعوں کا ایک ہی وقت میں محاصرہ کرکے رسد کو منقطع کیا جائے، گو سب قلعوں میں جنگ عملاً بیک وقت نہ ہو کیونکہ قلعے کا محاصرہ کرنے والوں کی کوشش ہوتی تھی کہ جلد کامیابی کے لئے قلعے کے دروازے کو توڑ دیا جائے یا اسے اکھاڑ دیا جائے۔ اور قلعہ بند سپاہی اپنی مدافعت میں قلعے کی فصیل سے باہر سے محاصرہ کرنے والی میدانی فوج پر تیر اندازی وغیرہ کرکے اسے قلعے سے دور رکھنے کی پوری کوشش کرتے تھے، خیبر میں بھی اسی طرح کی صورت حال درپیش تھی۔ خیبر کے قلعوں کا مسلمان فوج کے دستوں نے بیک وقت محاصرہ کرلیا لیکن عملاً جنگ کا آغاز نطاۃ کے قلعوں حصن ناعم اور حصن صعب بن معاذ سے ہوا، یوں ان سب قلعوں کے فتح ہونے تک محاصرے کی مجموعی مدت

دس دن سے کچھ اوپر رہی۔(۴۶) مزید وضاحت توقیتی مباحث میں پیش کی جائے گی۔

اسلامی فوج میں مقدمۃ الجیش (لشکر کے سامنے کے حصے) پر حضرت عکاشہؓ بن محصن، میمنہ (لشکر کے دائیں حصے) پر حضرت عمرؓ بن خطاب مامور تھے۔ میسرہ (بائیں جانب کے حصے) پر کوئی اور صاحب متعین تھے۔ دشمن سے مقابلے کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ اسلامی فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کردیا گیا اور یہ دستے باری باری قلعوں پر حملہ آور ہوتے تھے، اس لئے لشکر کے ہر حصے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے رائیات (جھنڈے) تقسیم فرمائے۔ ایک حصے کا عَلَم (بڑا جھنڈا) حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تھا، ایک حصے کا جھنڈا حضرت عمرؓ کو دیا گیا۔ ایک حصے کا جھنڈا حضرت حبابؓ بن المنذر تھامے ہوئے تھے، حضرت سعدؓ بن عبادہ کے پاس بھی جھنڈا تھا۔

امام بیہقیؒ کی روایت کے مطابق جب رسول اکرم ﷺ خیبر میں اترے تو آپ ﷺ کو درد شقیقہ لاحق ہوگیا تھا، اس درد کی وجہ سے آپ کو ایک دو دن کے لئے آرام کرنا پڑتا تھا، اس لئے لشکر کی کمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سپرد کی گئی۔(۴۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رہنمائی میں سب سے پہلے خیبر کے علاقے میں نُطاۃ کے قلعے حصن ناعم پر حضرت محمود بن مسلمہؓ نے شدید حملہ کیا، قلعہ بند یہودی قلعے کے دروازے کی حفاظت کررہے تھے، ایک روز سخت گرمی کی وجہ سے حضرت محمودؓ بن مسلمہ قلعے کی دیوار کے سائے میں بیٹھے تھے کہ کنانہ بن الربیع یہودی نے قلعے کی فصیل سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرادیا، جس کے صدمے سے وہ شہید ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے دستوں نے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کی زیر قیادت قلعے پر شدید حملہ کیا مگر قلعہ فتح نہ ہوسکا۔ اس کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔ اب تک کے حملوں سے قلعہ گو فتح نہ ہوسکا تھا، تاہم ان حملوں سے یہودیوں کی قوت مزاحمت اتنی شدید متاثر ہوئی کہ اگلے روز انہیں مجبوراً قلعے سے باہر نکل کر لڑنا پڑا، مشہور یہودی پہلوان مُرحب بھی باہر نکلا اور اس نے مسلمانوں سے مبارزت طلب کی۔ اسے ہزار مردوں کے برابر سمجھا جاتا تھا چنانچہ حضرت سلمہؓ بن اکوع سے روایت ہے کہ جب ہم خیبر میں پہنچے تو ان کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار لے کر غرور اور تکبّر کے ساتھ اکڑتا ہوا باہر نکلا اور یہ اشعار پڑھے:

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرّب

اذا الحروب اقبلت تلهّب

خیبر (والوں) کومعلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش (اور) ماہر و تجربہ کار بہادر ہوں جب جنگیں بھڑک اٹھیں۔

اس کے جواب میں میرے چچا عامرؓ یہ کہتے ہوئے نکلے:

قد علمت خیبر انّی عامر شاکی السلاح بَطَل غامر

(اہل) خیبر کومعلوم ہے کہ میں عامر ہوں۔ہتھیار پوش (اور)شہہ زور بہادر ہوں۔

پھر دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔مرحب کی تلوار میرے چچا عامر کی ڈھال میں چبھ گئی تو عامرؓ نے نیچے سے مرحب کی پنڈلی پرتلوار کا وار کیا، ان کی تلوار چھوٹی تھی، اس کا سرا پلٹ کر انکے گھٹنے میں آلگا جس سے ان کی رگِ خون کٹ گئی اور بالآخراسی زخم سے وہ جان بحق ہوگئے۔بعض لوگوں نے کہا عامر کا عمل ضائع ہوگیا کہ انھوں نے اپنے آپ کوقتل کر ڈالا ہے۔اس پر میں روتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔آپ نے اپنی دونوں انگلیاں اکٹھی کر کے فرمایا کہ ''ان (عامر) کے لئے تو دہرا اجر ہے وہ بڑے بہادر مجاہد تھے۔ان جیسے لوگ کم ہی پیدا ہوتے ہیں''۔آپ ﷺ نے میرے ذریعے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتا ہے، میں حضرت علیؓ کو بلا لایا، انہیں آشوب چشم لاحق تھا، آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن انکی آنکھوں میں لگایا تو وہ (فوراً) صحت یاب ہوگئے، آپ نے انہیں جھنڈا عنایت فرمایا۔انہوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! کیا میں ان سے اس وقت تک لڑوں کہ وہ ہمارے جیسے (یعنی مسلمان) ہو جائیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''تم اطمینان سے ان کے میدان میں اترو پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اللہ نے اسلام کے جو حقوق واجب ٹھہرائے ہیں، ان سے انہیں مطلع کرو۔اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔حضرت علیؓ کی دعوت کو یہودیوں نے قبول نہ کیا۔حضرت عامرؓ بن اکوع کی شہادت کے بعد مرحب کی دعوتِ مبارزت جاری رہی، حضرت علیؓ کے کسی جنگی اقدام سے پہلے حضرت محمود بن مسلمہؓ کے بھائی محمد بن مسلمہؓ نطاۃ کے قلعوں پر حملوں کی قیادت کرتے رہے تھے۔انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ کل ان لوگوں نے میرے بھائی

(محمود بن مسلمہ) کو قتل کیا تھا مجھے مرحب کے مقابلے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور ان کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ دونوں ایک درخت کی آڑ میں ایک دوسرے پر حملے کی تاک میں لگے رہے۔ بالآخر محمدؓ بن مسلمہ نے حملہ کر کے مرحب کی پنڈلیاں کاٹ ڈالیں اور اسے کہا کہ محمودؓ بن مسلمہ نے تکلیف اٹھائی تھی اب تو بھی موت کا مزہ چکھ لے۔ پھر حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر مرحب کا سر کاٹ دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے مرحب کی تلوار، مغفر اور نیزہ وغیرہ محمدؓ بن مسلمہ کو دلایا۔ یہ تلوار ان کی اولاد کے پاس موجود رہی۔ اس پر مرحب کا نام کھدا ہوا تھا۔

حضرت علیؓ نے مرحب کے شعروں کے جواب میں یہ رجزیہ اشعار پڑھے تھے:

انا الذی سمّتنی امّی حیدرہ

کلیث غابات کریہ المنظرہ

او فیھم بالصاع کیل السندرہ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا (میں) جنگل کے شیر کی طرح خوفناک ہوں۔ میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ماپ پوری کروں گا۔

مُرحّب کے قتل ہونے کے بعد اس کا بھائی یاسر مقابلے کے لئے نکلا۔ حضرت زبیرؓ بن العوام اس سے جنگ کے لئے آگے بڑھے تو انکی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا ''یا رسول اللہ! کیا میرا بیٹا قتل کیا جائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ تمہارا بیٹا اسے قتل کرے گا''۔ حضرت زبیرؓ نے مرجب کے بھائی یاسر کی گردن ماردی، مرحب اور یاسر کے قتل کے بعد دروازے پر شدید جنگ ہوئی، حضرت علیؓ نے قلعے کا دروازہ اکھاڑ پھینکا اور یہودیوں کو بری طرح شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر دوسرے قلعوں میں پناہ لینے کے لئے منتشر ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ جب خیبر کے لئے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے تو حضرت علیؓ شدید آشوب چشم میں مبتلا تھے اس لئے وہ لشکر سے پہلے پیچھے رہ گئے تھے بعد میں آ کر شامل ہوئے تاہم آنکھوں کی تکلیف کا عارضہ بحال تھا جس کی وجہ سے وہ جنگ میں شرکت سے معذور تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ جیسے جلیل القدر حضرات دیگر صحابہ کرامؓ مثلاً محمود بن مسلمہ، محمد بن مسلمہ، حباب بن منذر، ابو دجانہ اور زبیر بن العوام وغیرہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ بھرپور جنگی خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ جنگ میں اب تک شریک نہ ہو سکنے کا جو شدید طبعی رنج حضرت علیؓ کو لاحق تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی تلافی کا سامان مذکورہ بالا صورت میں کر دیا کہ انہیں رسول اکرم ﷺ نے یاد فرمایا اور آپ

کے معجزہ سے ان کا آشوبِ چشم دور ہوا اور پھر آپ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اور آپ ﷺ کے معجزے سے انہی کے ذریعے قلعہ مفتوح ہوا۔ اس فتح کے روحانی اسباب کے علاوہ ظاہری مادی اسباب یہ ہوئے کہ ایک تو اسلامی افواج کے سابقہ دنوں کے حملوں سے یہودیوں کی قوت مدافعت ایک حد تک کمزور پڑ چکی تھی، دوسرے یہ کہ حضرت علیؓ بذات خود نہایت شجاع اور قوی تھے جس سے دشمن کا مرعوب ہونا ایک فطری امر تھا۔ تیسرے یہ کہ جس رات رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا، اس رات وادی رجیع میں اسلامی لشکر کے کیمپ کی نگرانی حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد تھی۔ اس فوجی چھاؤنی میں مسلمانوں کے قیام کی سات راتوں میں سے یہ چھٹی رات تھی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چکر لگاتے ہوئے ایک یہودی کو پکڑ لیا، اسے قتل کرنا چاہتے ہی تھے کہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ رسول اکرم ﷺ نماز میں مصروف تھے، نماز کے بعد حضرت عمرؓ نے اس یہودی کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے اپنی اور اپنی بیوی کی جان بخشی کے وعدے پر یہودیوں کے بہت سے خفیہ راز ظاہر کر دیئے اور ان کے اسلحہ وغیرہ کے خفیہ ذخائر کی بھی نشان دہی کر دی، چوتھے یہ کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کے ذریعے قلعے کے مفتوح ہونے کی بشارت پہلے ہی فرمادی تھی اس لئے حضرت علیؓ کی زیر قیادت مسلمانوں کے حوصلے بدر جہا بلند ہو گئے، پانچویں یہ کہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں یہودی سردار اور پہلوان مرحب اور حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں اس کے بھائی یاسر کے قتل سے یہودیوں کے حوصلے نہایت پست ہو چکے تھے۔

حصن صعب بن معاذ کے لئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت حباب بن المنذرؓ کو جھنڈا عطا کر رکھا تھا اس قلعے کا محاصرہ تین دن تک جاری رہا۔ یہ تین دن قلعہ ناعم کے محاصرے کے ایام میں ہی شامل ہیں۔ اس قلعے پر حملے میں بنو اسلم کے لوگوں نے نہایت سرگرمی دکھائی کیونکہ بقول ابن اسحٰق بنو اسلم کی شاخ بنو سہم نے رسول اکرم ﷺ سے اپنی بے بسی، بھوک اور فقر و فاقہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! انہیں یہودیوں کے ایسے قلعے کی فتح عطا فرما جہاں سب سے زیادہ خوراک ہو اور جہاں سے انہیں چربی حاصل ہو سکے، خیبر میں کوئی قلعہ بھی ایسا نہ تھا جہاں اس قلعے سے زیادہ خوراک کے ذخائر موجود ہوں۔ صاحب سیرۃ حلبیہ کے بقول حصن ناعم اور حصن صعب پر روزانہ حملے کے قائدین میں حضرت محمدؓ بن مسلمہ بطور خاص شامل تھے جس روز قلعہ ناعم فتح ہوا۔ اسی روز یا اس سے اگلے روز رسول اکرم ﷺ کی دعا کی برکت سے یہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ وہاں سے خوراک جو، کھجور، چھوہارے، مکھن اور چربی کے

وافر ذخائر کے علاوہ پارچات اور بھاری قسم کا اسلحہ مثلاً منجنیقیں وغیرہ بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔

نُطاۃ کا تیسرا قلعہ حصن زبیر تھا۔ یہ پُر پیچ اور دشوار گذار راستے والی ایک پہاڑی چوٹی پر تھا اس کا محاصرہ بھی انہی دنوں چل رہا تھا جو تین دن تک جاری رہا۔ دریں اثنا عزال نامی ایک یہودی نے امان حاصل کرنے پر رسول اکرم ﷺ کو بتایا کہ اگر آپ ایک ماہ تک ان کا محاصرہ کئے رکھیں تو بھی کامیابی مشکل ہے کیونکہ ان کے پینے کے پانی کے چشمے زیر زمین ہیں۔ رات کو یہودی خفیہ راستوں سے باہر نکل کر ان چشموں کا پانی حاصل کر کے پھر قلعوں میں لوٹ جاتے ہیں، اس اطلاع پر ان کا پانی بند کر دیا گیا جس کی وجہ سے یہودیوں نے باہر نکل کر جنگ کی مگر مغلوب ہوئے۔ نطاۃ کے قلعوں پر سات دن تک قتال جاری رہا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام قلعوں کا اسلامی فوج کے دستوں نے کم وبیش ایک ہی وقت میں محاصرہ کر رکھا تھا۔

ادھر ''شق'' کے قلعوں میں قلعہ ابی کا محاصرہ جاری تھا۔ عزول نامی ایک یہودی نے باہر نکل کر مسلمانوں سے مبارزت طلب کی تو حضرت حبابؓ بن منذر نے اس کا کام تمام کر دیا۔ ایک دوسرے یہودی کی مبارزت طلبی پر دوسرے مسلمان نے اس کا مقابلہ کیا لیکن یہودی نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس پر حضرت ابو دجانہ سماک بن خرشہ انصاریؓ نے آگے بڑھ کر اس یہودی کی گردن اڑا دی۔ یہودی سخت مرعوب ہوئے اور مسلمان حضرت ابو دجانہؓ کے پیچھے قلعے میں داخل ہو گئے۔ وہاں انہیں خوراک اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل بہت سامان غنیمت ہاتھ لگا۔ شق کے دوسرے قلعے میں یہودیوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی رکھا ہوا تھا، یہ قلعہ بھی بہت محفوظ اور مضبوط سمجھا جاتا تھا، رسول اکرم ﷺ نے منجنیق کے ذریعے سنگ باری کا فیصلہ فرمایا اور چند گولوں ہی سے قلعے کی دیواروں میں شگاف پڑنے لگے، مسلمان بالآخر قلعے کے اندر گھسنے میں کامیاب ہو گئے اور شدید جنگ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ یہودیوں نے بھاگتے وقت اپنی عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا۔ نطاۃ اور شق کے ان بڑے بڑے قلعوں کے مفتوح ہونے پر دیگر چھوٹے موٹے قلعے یہودیوں نے خود ہی خالی کر دیئے اور خیبر کے دوسرے حصے ''کتیبہ'' کے قلعوں میں خفیہ راستوں سے پناہ گزیں ہو گئے۔ یوں نطاۃ اور شق کے یہ قلعے کوئی دس دن میں فتح کر لئے گئے۔

کتیبہ کے قلعوں میں حصن قموص نہایت مضبوط اور یہودی فوجی کا بڑا مرکز تھا۔ دوسرے دو قلعے حصن وطیح اور حصن سلالم تھے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ قلعہ قموص کو فتح کرنے کے لئے جنگ لڑی گئی لیکن بقول واقدی یہ تینوں قلعے بات چیت کے ذریعے مسلمانوں کے حوالے کئے گئے۔ واقدی کا بیان ہے کہ ان قلعوں کا شدید محاصرہ چودہ دن تک جاری رہا۔ اسکے برعکس ابن حبیب بغدادی کے بقول خیبر کے قلعوں

کے محاصرے کی مجموعی مدت دس دن سے کچھ زائد تھی۔ (۴۸) ان سب اقوال میں تطبیق یوں ہوتی ہے کہ اکثر و بیشتر یہودی قلعوں کا محاصرہ مسلمانوں نے شروع ہی سے کر رکھا تھا کیونکہ جنگی حکمت عملی کا یہی تقاضا تھا تاکہ قلعہ بند یہودی صرف مدافعت ہی پر مجبور رہیں اور کسی اقدامی یا جارحانہ حملے کے قابل نہ رہیں۔ نطاۃ اور شق کے قلعوں کے مفتوح ہونے کے بعد اسلامی سپاہ نے کتیبہ کے قلعوں کے پہلے سے جاری محاصرے میں شدت پیدا کر دی کیونکہ نطاۃ اور شق کے علاقے میں فوجی کاروائی ختم ہو چکی تھی لہذا اسلامی فوجی قوت اب کتیبہ کے علاقے میں مرتکز ہو چکی تھی۔ یہاں رسول اکرم ﷺ نے جب منجنیق نصب کر کے سنگ باری کا فیصلہ فرمایا تو یہودیوں نے مصالحانہ بات چیت شروع کر دی۔ یہ ساری کاروائی چار دن میں مکمل ہوگئی یوں خیبر کے سب قلعے چودہ دن کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ اس طرح کتیبہ کے یہ قلعے چودہ دن تک محاصرے میں رہے۔ محاصرے کے ابتدائی ایام میں یہودیوں سے کچھ جنگ ہونے کا قوی امکان ہے اسی لئے بقول ابن اسحٰق یہ قلعے جنگ سے فتح ہوئے اور بقول واقدی صلح سے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ صلح کی بات چیت دراصل آخری چار دنوں میں ہوئی جب مسلمانوں کی پوری عسکری قوت اس علاقے میں مرتکز ہو کر محاصرے میں شدت پیدا کر چکی تھی۔ یہودیوں کی طرف سے اب ابن ابی الحقیق نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعے میں موجود فوجیوں اور ان کے اہل وعیال کی جان بخشی کی جائے کسی کو غلام اور لونڈی نہ بنایا جائے۔ یہودی اپنے اموال، زمینیں، باغات، ہتھیار، گھوڑے اور زرہیں، سونا اور چاندی آپ ﷺ کے حوالے کر دیں گے۔ بروایت سنن ابوداؤد یہودیوں کو یہ اجازت دی گئی تھی کہ وہ اپنی سواریوں پر جتنا مال لاد سکیں لے جا سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی الحقیق سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے مجھ سے کچھ مال یا ہتھیار وغیرہ چھپائے تو اللہ اور اس کا رسول تم سے بری الذمہ ہونگے۔ ابن ابی الحقیق نے ان تمام شرائط کو قبول کر لیا۔

بعد میں یہودیوں نے صلح کے معاہدے کی خلاف ورزی کی، ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں نے بہت سا مال چھپا لیا، ایک مشک میں حی بن اخطب کے زیورات اور دیگر قیمتی اموال تھے وہ بھی انہوں نے غائب کر دی۔ بقول ابن اسحٰق کنانہ بن ابی الحقیق کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا لیکن اس نے پوشیدہ اموال کے بارے میں کچھ نہ بتایا، اسکے بعد ایک یہودی سے معلوم ہوا کہ کنانہ روزانہ اس ویرانے کا چکر لگاتا ہے، کنانہ کو رسول اللہ ﷺ نے تنبیہ فرمائی کہ اگر تمہارے پاس سے یہ خزانہ برآمد ہوگیا تو تجھے قتل کر دیا جائے گا، اس پر بھی وہ جھوٹ بولنے پر ڈٹا رہا تو آپ ﷺ نے ویرانے کی کھدائی کرائی اور خزانہ برآمد ہوگیا، اسی کنانہ

نے قلعہ ناعم کے محاصرے کے ایام میں حضرت محمدؓ بن مسلمہ پر قلعے کی فصیل سے چکی کا پاٹ گرا کر انہیں شہید کر دیا جب وہ قلعے کی دیوار کے سائے میں بیٹھے آرام کر رہے تھے۔ کنانہ کو عہد شکن اور قاتل ہونے کی وجہ سے پہلے حضرت زبیرؓ کے حوالے کیا گیا تا کہ وہ باقی ماندہ خزانے کے متعلق بھی صحیح معلومات فراہم کرے۔ پھر اسے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے حوالے کیا گیا۔ انہوں نے اسے اپنے بھائی محمودؓ بن مسلمہ کے قصاص میں قتل کر دیا۔ بقول ابن قیم ابوالحقیق کے دونوں بیٹوں کو قتل کیا گیا تھا۔ ان کے خلاف انکے چچازاد بھائی نے گواہی دی تھی۔ یہودیوں کی بدعہدی کی وجہ سے ان کی زرعی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیا گیا اور ان کے اموال بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دئے گئے۔ زرعی اراضی کے متعلق یہودیوں نے درخواست کی کہ یہ زمینیں انہی کے پاس رہنے دی جائیں وہ نصف پیداوار مسلمانوں کو دیا کریں گے۔ مسلمانوں کے پاس ان اراضی کی کاشت کے لئے افرادی قوت اور وسائل کی کمی تھی لہذا یہودیوں کی درخواست قبول کر لی گئی کہ جب تک ہم چاہیں گے اس صورت حال کو برقرار رکھیں گے اور جب چاہیں گے تمہیں جلاوطن کر دیں گے۔ اسکے بعد مسلمانوں کی طرف سے ہر سال حضرت عبداللہؓ بن رواحہ پیداوار کا تخمینہ لگا کر اس کا نصف یہودیوں سے وصول کرتے رہے اور اس وصولی میں وہ اس طرح عدل وانصاف برتتے تھے کہ خود یہودی یہ کہا کرتے تھے کہ اسی انصاف کی بدولت زمین و آسمان قائم ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے خیبر پہنچنے کے بعد حضرت محیصہؓ بن مسعود کو فدک کے یہودیوں کے پاس بھیجا تھا کہ انہیں قبول اسلام کی دعوت دی جائے۔ جب خیبر فتح ہوا تو فدک کے یہودیوں نے بھی مرعوب ہو کر صلح کا پیغام بھیجا کہ وہ بھی اہل خیبر کی طرح اپنی پیداوار کا نصف مسلمانوں کو دیا کریں گے۔ فدک کی زرعی اراضی کو مال فے قرار دیا گیا کیونکہ مسلمانوں نے اسے جنگ سے حاصل نہیں کیا تھا۔ یوں فدک کی آمدنی بطور مال فے رسول اکرم ﷺ کے لئے مخصوص ہوئی جسے آپ سورہ حشر میں بیان کردہ مصارف فے کے مطابق خرچ کرتے تھے اور یہی دستورالعمل سیدنا حضرت علیؓ سمیت سب خلفائے راشدین اور دیگر بعض خلفا کا رہا۔

غزوہ خیبر کے متعلق مذکورہ بالا تاریخی جزئیات کو ہم نے صحیحین، بیہقیؒ ابن اسحٰق اور واقدی وغیرہ سے منقول ان روایات کی روشنی میں مرتب کیا ہے جو علامہ ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنھایۃ میں نقل کی ہیں (۴۹) اور دیگر کچھ روایات سیرۃ حلبیہ کی ہیں۔ (۵۰)۔ ان روایات سے پتا چلتا ہے کہ یہودیوں سے اصل معرکہ نطاۃ اور شق کے قلعوں میں ہوا اور مرحب کو حضرت علیؓ نے قلعہ قموص میں نہیں بلکہ قلعہ ناعم کے محاصرے میں قتل کیا تھا۔ یہودی پہلوان اور سردار مرحب سے پہلا مقابلہ حضرت عامرؓ بن اکوع کا یہیں ہوا تھا اور ان

کی شہادت یہیں ہوئی تھی۔ حضرت محمودؓ بن مسلمہ بھی اسی قلعہ ناعم کے محاصرے کے دوران شہید ہوئے تھے۔ اپنے بھائی کی شہادت کے بعد حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی رہنمائی میں مختلف اسلامی دستوں کی قیادت کرتے ہوئے پہلے یہیں حملہ کیا تھا۔ اگلے روز حضرت علیؓ کی زیر قیادت تازہ دم حملے میں قلعہ فتح ہوا۔ مرحب پر پہلے محمدؓ بن مسلمہ نے حملہ کر کے اسے زخمی کیا پھر حضرت علیؓ نے اس کا سر اڑا دیا۔ اس طرح ان روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے جن میں سے بعض روایات میں مرحب کا قاتل حضرت علیؓ کو اور بعض میں حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو ٹھہرایا گیا ہے بلکہ واقدی نے تو صاف لکھا ہے کہ مرحب کو دونوں نے قتل کیا تھا۔ (۵۱) جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ مرحب کو قلعہ قموص میں نہیں بلکہ قلعہ ناعم میں قتل کیا گیا تھا۔ چنانچہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ رحمۃ للعالمین میں اور مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے الرحیق المختوم میں بھی مرحب کا حصنِ ناعم کے معرکہ میں مقتول ہونا تحریر فرمایا ہے۔ (۵۲)

غزوہ خیبر میں کہیں بھی دشمن سے کھلے میدان میں جنگ نہیں ہوئی۔ یہودی اپنے قلعوں میں بند تھے وہ اپنے قلعوں کی فصیلوں سے مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے تھے لہٰذا اس طرح کی بعض روایات قطعاً جھوٹی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ یہودیوں سے مقابلے میں (معاذ اللہ) شکست خوردہ ہو کر بھاگ آئے تھے۔ شکست یا فرار کا سوال تو تب پیدا ہوتا اگر کھلی میدانی جنگ ہوتی۔ قلعوں کے دروازوں پر حملہ کرنے اور ان قلعوں کی فصیلوں پر یہودی تیر اندازوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مختلف صحابہ کرامؓ کی زیر قیادت مختلف اسلامی دستے حملہ آور ہوا کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان واقع وادئ رجیع کو فوجی مستقر بنایا تھا جس کی نگرانی حضرت عثمانؓ کے سپرد تھی اور انہوں نے بہ حیثیت نگران اعلیٰ اس فریضے کو نہایت ذمہ داری سے نبھایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ خاص شرف حاصل ہوا کہ خیبر پہنچنے پر رسول اکرم ﷺ کو جب دردِ شقیقہ لاحق ہوا تو آپ نے اسلامی سپاہ کی کمان انہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سپرد فرمائی اور انہوں نے نائب سالار اعلیٰ کے طور پر فرائض سرانجام دیئے۔ مسلمان سپاہی یہودی قلعوں پر حملہ آور ہونے کے بعد روزانہ رات کو وادی رجیع میں واقع فوجی مستقر (کیمپ) میں آ کر ٹھہرتے تھے۔ یہیں زخمی مجاہدین کو آرام اور علاج و معالجہ کے لئے لایا اور رکھا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ نے بلاشبہ ایک اہم قلعہ فتح فرمایا لیکن باقی قلعے تو دیگر اصحاب رسول کے ذریعہ مفتوح ہوئے مثلاً قلعہ صعب بن معاذ کو حضرت حبابؓ بن المنذر نے فتح کیا، قلعہ ابی کی فتح میں نمایاں کارکردگی حضرت ابودجانہ سماکؓ بن خرشہ انصاری اور حبابؓ بن المنذر نے دکھائی۔ (۵۳) قلعہ صعب بن معاذ میں قبیلہ بنو اسلم کی شاخ بنو سہم

حملے میں پیش پیش تھے۔ (۵۴) نطاۃ کے قلعوں پر محمودؓ بن مسلمہ اور محمدؓ بن مسلمہ حملہ آور ہوتے رہے۔ قلعہ ناعم پر جنگ میں محمودؓ بن مسلمہ شہید ہوئے، ان کے بھائی محمدؓ بن مسلمہ نے یہودی پہلوان مرحب کو مبارزت میں زخمی کر دیا جسے بعد میں حضرت علیؓ نے قتل کیا۔ جنگ میں کامیابی کو ہمیشہ سالار اعلیٰ (کمانڈر انچیف) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ غزوات میں خود رسول اکرم ﷺ ہی فوج کے سالار اعلیٰ ہوا کرتے تھے، حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو دجانہؓ جیسے اصحابؓ کی شجاعت اور فضیلت میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضرت علیؓ کے لئے فاتح خیبر کی اصطلاح متاخرین کی خود ساختہ ہے، فاتح خیبر صرف رسول اکرم ﷺ ہیں، غزوہ خیبر میں صرف وہی اصحابِ رسول شریک ہوئے تھے جو غزوۂ حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے اور جنہیں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل ہو چکا تھا اور جنہیں سورہ فتح میں فتوحات اور غنائم کی پے در پے بشارتیں دی گئی تھیں۔ قرآن کریم کی ان نصوص قطعیہ کے مقابلے میں ایسی تمام روایات سراسر مردود ہیں جن سے ان اصحابِ رسول ﷺ کی معمولی سے معمولی اور ادنیٰ سے ادنیٰ توہین کا بھی کوئی پہلو نکلتا ہو۔ ان کی کتاب اللہ سے تطبیق کرتے ہوئے مناسب تاویل کی جائیگی ورنہ انہیں ترک کرنا ہوگا۔

خیبر کی فتح کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے رسول اکرم ﷺ کے پاس بکری کا بھنا ہوا گوشت بھیجا جس میں اس نے زہر ملا دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اس گوشت کا ایک ٹکڑا چباتے ہی تھوک دیا کیونکہ آپ اس زہر آلود ہونے کا اندازہ ہوگیا تھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک صحابی بشرؓ بن براء بن معرور نے اس گوشت والا ایک لقمہ نگل لیا تھا جو ان کی شہادت کا سبب بنا۔ زینب نے اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ زہر اس لئے ملایا تھا کہ اگر آپ بادشاہ ہیں تو آپ سے نجات حاصل ہو جائے گی اور اگر آپ ﷺ نبی ہیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے (کھانے کے زہر آلود ہونے کی) اطلاع ہو جائے گی۔ آپ ﷺ نے اس خاتون کو معاف کر دیا لیکن جب بشرؓ بن براء کی موت واقع ہوگئی تو اسے قصاص میں قتل کرا دیا۔ رسول اکرم ﷺ بلا شبہہ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ آپ اپنی ذات کے لئے حتی الامکان انتقام نہیں لیتے تھے لیکن اپنے اصحابؓ کے موذی دشمنوں کو اکثر و بیشتر معاف نہیں فرماتے تھے جبکہ وہ ایذا رسانی پر ڈٹے رہے ہوں اور قبول اسلام کی توفیق انہیں حاصل نہ ہوسکی ہو۔ مثلاً مکی دور میں آپ ﷺ نے طائف کے ان لوگوں کے خلاف بد دعا کرنے کا اختیار استعمال نہیں فرمایا جنھوں نے پتھر مار مار کر آپ کو شدید زخمی کر دیا تھا، لیکن جن لوگوں نے بئر معونہ اور رجیع کے حوادث میں آپ ﷺ کے اصحاب کو شہید کیا تھا، ان کے خلاف آپ کوئی ایک مہینے تک نماز میں قنوتِ نازلہ

پڑھتے رہے۔ سورہ آل عمران میں منافقین کے ایک وصف کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب یہ منافق تم سے ملتے ہیں تو (جھوٹ بولتے ہوئے) کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب وہ تنہائی میں ہوتے ہیں تو تم (اصحاب رسول ﷺ) پر غصے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں (۵۵) اس کے بعد اسی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو صحابہ کرامؓ کا وکیل بناتے ہوئے فرمایا:

قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور۔

(ان دشمنانِ صحابہ سے) کہہ دو کہ تم اپنے غصے میں مرجاؤ، بیشک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے۔

دیکھئے ایک تو آیت کے آخری حصے میں صحابہ کرامؓ کو مخاطب نہیں بنایا گیا بلکہ رسول اکرم ﷺ کو ان کا وکیل بناتے ہوئے فعل امر حاضر کا واحد کا صیغہ قُل لایا گیا ہے اور دوسرے موتوا بغیظکم (اپنے غصے میں مرجاؤ) کے کلمات لاکر دشمنان صحابہ کے خلاف بددعا کا حکم صادر فرمایا ہے۔ کنانہ بن ابی الحقیق، دیگر عہد شکن یہودیوں اور زہر دینے والی یہودی خاتون سے جو سلوک روا رکھا گیا، اسے اسی تناظر میں سمجھنا چاہئے۔

جب خیبر فتح ہو چکا تو انہی ایام میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ سے خیبر میں پہنچے تھے۔ انکے ساتھ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی اشعریین (اشعری قبیلے کے لوگوں) کی ایک جماعت کے ساتھ تھے جن کی تعداد ستر سے زائد تھی۔ انہی دنوں حضرت ابوہریرہؓ اور کچھ دوسرے لوگ بھی خیبر میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئے۔ آپ نے خیبر کے مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرما کر ان سب حضرات کو بھی خیبر کے غنائم سے کچھ حصہ عنایت فرمایا۔ جب حضرت جعفر طیارؓ آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال فرمایا، ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا "مجھے نہیں معلوم کہ مجھے فتح خیبر سے زیادہ خوشی ہوئی ہے یا جعفر کی آمد سے"

خیبر کے اموال کی یوں تقسیم کی گئی کہ اسکے کل چھتیس حصے کئے گئے، پھر ہر حصے کے مزید سو حصے کئے گئے، یوں حصوں کی کل تعداد ۳۶۰۰ ہوئی۔ ان میں سے نصف یعنی اٹھارہ سو حصے رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی اجتماعی ضرورتوں اور مصالح کے لئے الگ کر دیئے۔ باقی حصے اہلِ حدیبیہ پر تقسیم کر دیئے گئے۔ اہلِ حدیبیہ کی تعداد چودہ سو تھی، ان میں سے دو سو شہسوار تھے، گھوڑے والے فوجیوں کو تین تین حصے اور بقیہ فوجیوں کو ایک ایک حصہ دیا، یوں پیدل فوج کو بارہ سو اور شہسوار فوجیوں کو چھ سو حصے ملے جن کی مجموعی تعداد

اٹھارہ سو ہوئی۔ یہ اموال غنیمت اس قدر وافر مقدار میں تھے کہ مہاجرین نے مدینہ واپس آ کر انصار کو کھجوروں کے وہ باغات واپس کر دیئے جو انصار نے ان مہاجرین کو ان کی معاشی کفالت کے لئے دے رکھے تھے، کیونکہ اب خیبر کی زرعی اراضی کی آمدنی سے مہاجرین کو بھی اتنا حصہ ملنے لگا تھا کہ وہ خود کفیل ہو گئے۔

خیبر کے مختلف معرکوں میں مشہور قول کے مطابق مسلمان شہداء کی تعداد تقریباً بیس ہے جب کہ ۹۳ یہودی مقتول ہوئے۔

غزوہ خیبر سے پہلے مدینہ کے منافقین خیبر کے یہودیوں کو مسلمانوں کے متعلق خبردار کرتے رہتے تھے۔ ادھر یہودیوں نے کنانہ بن ابی الحقیق اور ہوذہ بن قیس کو غطفان کے پاس بھیجا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف یہودیوں کی مدد کریں تو وہ انہیں خیبر کی پیداوار کا نصف دیں گے، تاہم رسول اللہ ﷺ نے ایک انتہائی ماہر سپہ سالار کی حیثیت سے ایسی جنگی حکمت عملی اپنائی اور آپ ایسی تیزی اور سرعت سے اسلامی سپاہ کو حرکت میں لائے کہ منافقین کی ریشہ دوانیاں، یہودیوں کی بنو غطفان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں اور بنو غطفان کا خیبر کی پیداوار کے لالچ میں یہودیوں سے گٹھ جوڑ مسلمانوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا، اور آپ خیبر کے یہودیوں پر اس طرح یک دم جا پہنچے کہ انہیں مدینے سے آپ کی روانگی اور خیبر کے کے لئے سفر کا علم تک نہ ہو سکا۔ اس غزدے کے بعد جزیرہ نمائے عرب میں مسلمانوں کے مقابلے میں یہودیوں کی قوت بالکل ختم ہو کر رہ گئی۔

۵۔ حضرت صفیہؓ سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح:

کنانہ بن ابی الحقیق کی بیوی صفیہ بنت حی بنت اخطب بھی غزوہ خیبر کے جنگی قیدیوں میں شامل تھیں۔ انہیں حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی نے اپنے لئے منتخب کر لیا تھا، چونکہ یہ یہودی سردار کی بیٹی تھیں، اس لئے ان کی دل جوئی کے لئے مناسب یہی تھا کہ وہ خود رسول اکرم ﷺ کے حصے میں آئیں۔ چنانچہ ایک صحابی کے مشورے پر حضرت دحیہ کلبیؓ کو دوسری لونڈی دے دی گئی۔ حضرت صفیہؓ پر آپ ﷺ نے اسلام پیش کیا تو وہ مشرف با اسلام ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ مدینہ کو واپس ہوتے ہوئے سدّ صہبا کے مقام پر حضرت ام سُلیمؓ نے انہیں آپ ﷺ کے لئے آراستہ کیا، اور آپ ﷺ نے راستے میں تین روز ان کے ساتھ شب ہائے عروسی کے طور پر گزارے۔ کھجور، گھی اور ستو ملا کر لوگوں کو ولیمہ کھلایا۔ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کے چہرے پر سبز نشان دیکھا تو انہوں نے بتایا کہ یا

رسول اللہ! خیبر میں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے میں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند اپنی جگہ سے ٹوٹ کر میری گود میں آ گرا ہے۔ میں نے یہ خواب اپنے خاوند کنانہ سے بیان کیا تو اس نے میرے چہرے پر زوردار طمانچہ رسید کیا کہ تم تو مدینے والے بادشاہ کی تمنا کر رہی ہو، یہ نشان اسی کا ہے۔

حضرت صفیہؓ کا اصل نام زینب تھا، مال غنیمت کا بہترین حصہ جو امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہوتا تھا اسے صفیہ کہا جاتا تھا، چونکہ غزوہ خیبر میں وہ رسول اکرم ﷺ کے حصے میں آئیں اس لئے صفیہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ انکے باپ کا نام حی بن اخطب تھا جو یہودی قبیلے بنونضیر کا سردار تھا اور ماں کا نام ضرّہ تھا جو دوسرے یہودی قبیلے بنوقریظہ کے سردار کی بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح بنوقریظہ کے سلام بن مشکم سے ہوا، اس نے طلاق دی تو کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آ گئیں جو جنگ خیبر میں مقتول ہوا، حضرت صفیہؓ بلحاظ نسل اسرائیلی نبی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھیں، حضرت صفیہؓ نے ۵۰ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

۶۔ سریہ ابانؓ بن سعید:

یہ سریہ رسول اکرم ﷺ نے ایام خیبر میں نجد کی جانب بدو قبائل کو مرعوب کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بدّو قبائل ایک تو یہودیوں کا ساتھ دینے سے باز رہیں دوسرے ایام خیبر میں مدینے سے آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں مدینے پر حملہ نہ کریں۔ آپ کا یہ مقصد پورا ہوا اور حضرت ابانؓ بن سعید اپنے فرض کی تکمیل کے بعد ایام خیبر ہی میں رسول اکرم ﷺ سے آ ملے۔ اس لئے یہ سریہ بھی محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۷۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی حبشہ سے مدینہ میں آمد

سال ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۶۔۷ ہجری قمری کے واقعات میں رسول اکرم ﷺ کے حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح کا حال مذکور ہو چکا ہے، نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت ام حبیبہؓ کو حضرت شرحبیلؓ بن حسنہ کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا تھا۔ جب آپ مدینہ پہنچیں تو رسول اکرم ﷺ غزوہ خیبر کے لئے تشریف لے جا چکے تھے، یوں آپ کی مدینہ میں آمد محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی یا اوائل محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ/اوائل جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر/اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی۔

۸۔غزوہ وادی القریٰ:

خیبر فتح کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ اواخر محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں وادی القریٰ تشریف لے گئے وہاں بھی یہودی آباد تھے اوران کے ساتھ کچھ عرب قبائل بھی شامل ہوگئے تھے، آپ ﷺ نے ان لوگوں کو جنگ پر آمادہ پایا تو آپ ﷺ نے اسلامی لشکر کا عَلَم حضرت سعد بن عبادہؓ کو عطا فرمایا، ایک جھنڈا حضرت حبابؓ بن المنذر اور ایک حضرت عبادہؓ بن بشر کو عنایت فرمایا، آپ ﷺ نے یہودیوں کو قبولِ اسلام کی دعوت دی جوانہوں نے منظور نہ کی اوران میں سے ایک شخص مقابلے کے لئے باہر نکلا جسے حضرت زبیر بن العوامؓ نے قتل کرڈالا۔ دوسرا نکلا تو وہ بھی ان کے ہاتھوں مقتول ہوا، تیسرے کو حضرت علیؓ نے قتل کیا، اس طرح ان کے یکے بعد دیگرے گیارہ آدمی مقتول ہوئے۔ نماز کے اوقات میں رسول اکرم ﷺ صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھاتے اور پھر یہودیوں کے مقابلے میں تشریف لے جاتے اور ہر مرتبہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے، دوسرے دن سورج نکلنے کے جلد بعد ہی وادی القریٰ کے یہودیوں نے شکست قبول کرلی، وہاں سے آپ ﷺ کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا، وہاں آپ نے چار دن قیام فرمایا۔

وادی القریٰ کے معرکے میں یہودیوں کے ساتھ تیراندازی کے مقابلے میں رسول اکرم ﷺ کا ایک غلام مدعمؓ مارا گیا تھا، لوگوں نے کہا اسکے لئے جنت مبارک ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''ہرگز نہیں'' اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس نے خیبر کی لڑائی میں مال غنیمت کے تقسیم ہونے سے پہلے جو چادر چرائی تھی وہ آگ بن کراس پر بھڑک رہی ہے''۔ اس پر ایک اور شخص ایک یا دو تسمے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک یا دو تسمے آگ کے ہیں''۔ یہاں یہ واضح رہے کہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ سب کے سب صحابہ کرامؓ قطعی جنتی ہیں لہذا قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے بظاہر مُعارض اس طرح کی ظنّی روایات کو کتاب اللہ کے تابع کرتے ہوئے یہ تاویل کی جائے گی کہ اس سے عالَم برزخ کی تکلیف مراد ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح ہو، آخرت کا عذاب مراد نہیں اور یہ برزخی تکلیف بھی صحابہ کرامؓ کے لئے آپ ﷺ کے بارہا استغفار کی برکت سے عارضی تھی، دائمی نہیں۔ جہاں یقینِ قطعی کا تعارض ظنّ سے ہو تو ترجیح ہمیشہ یقین قطعی کو حاصل ہوگی، ظن کو اس کے تابع کیا جائے گا اگر بالفرض ایسا ممکن نہ ہو تو ظن متروک ہوگا۔

غزوہ وادی القریٰ سے آپ ﷺ کی فراغت اوائل محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی۔ اسکے بعد آپ مدینے تشریف لے آئے، واقعات کی زمنی ترتیب کے مطابق یہ مراجعت مذکورہ بالا مہینے کے پہلے ہفتے کے اواخر میں ہوئی، واپسی کے سفر میں راستے میں ایک وادی پر بعض صحابہ کرامؓ نے بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ کے کلمات کا ذکر شروع کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے زیادہ اونچی آواز سے کیے جانے والے اس جہری ذکر سے منع کرتے ہوئے فرمایا ''اپنے اوپر نرمی کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ اس ہستی کو پکار رہے ہو جو سننے والا اور (تم سے) قریب ہے''۔

راستے میں ایک جگہ رات کے آخری حصے میں اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا، حضرت بلالؓ کو تاکید کی گئی کہ فجر کی اذان کا خیال رکھیں لیکن حضرت بلالؓ کی بھی بیٹھے بیٹھے آنکھ لگ گئی، کوئی بھی بروقت بیدار نہ ہو سکا یہاں تک کہ لوگوں پر دھوپ آ گئی تو سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ ہی بیدار ہوئے اور دوسرے لوگوں کو بھی جگایا پھر ان سب کو دوسری وادی میں لے جا کر فجر کی نماز پڑھائی، بعض روایات کے مطابق یہ کسی اور سفر کا واقعہ ہے۔

۹۔ تیماء کے یہودیوں کی اطاعت:

تیماء کے یہودیوں نے جب خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں کا حشر دیکھا تو غزوہ وادی القریٰ کے ایام میں انہوں نے آدمی بھیج کر خود ہی صلح کی بات چیت کی، رسول اکرم ﷺ نے انہیں ذمّی (اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری) قرار دیا اور ان پر جزیہ عائد کیا، تاہم بعض روایات کے مطابق سب سے پہلا جزیہ نجران کے عیسائیوں پر عائد کیا گیا تھا اور انہی روایات کے مطابق جزیے کی آیت فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے ایک تحریری معاہدے کے ذریعے ان یہودیوں کو امان دی۔ ان یہودیوں کو جو تحریر آپ ﷺ نے عنایت فرمائی تھی اسے حضرت خالد بن سعیدؓ نے لکھا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں خیبر کے یہودیوں کو جلا وطن کر دیا تھا، لیکن وادی القریٰ اور تیماء کے یہودیوں کو وہاں سے نہیں نکالا گیا کیونکہ ان دنوں خیبر کا علاقہ حجاز کی حدود میں جب کہ وادی القریٰ اور تیماء کے علاقے شام کی حدود میں سمجھے جاتے تھے۔

۱۰۔ سریہ حسمیٰ:

یہ سریہ بنوجذام کی جانب وادی القریٰ سے آگے حسمیٰ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ قیصر روم کے نام رسول اکرم ﷺ کا نامۂ مبارک لے کر گئے تھے۔ وہ واپس آرہے تھے کہ راستے میں ہنید بن عارض اور اس کے بیٹے عارض بن ہنید نے اپنے قبیلے کے ہمراہ حسمیٰ کے علاقے میں حضرت دحیہ کلبیؓ سے سارا مال لوٹ لیا، جس میں قیصر کے بھیجے ہوئے تحائف بھی تھے۔ جب حضرت دحیہ کلبیؓ کے مدینہ پہنچنے پر رسول اکرم ﷺ کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ نے ان کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ کو پانچ سو آدمیوں کی معیت میں روانہ فرمایا، حضرت زیدؓ بن حارثہ نے ان پر شب خون مارا، جس میں ہنید، اس کا لڑکا اور دیگر بہت سے افراد مارے گئے، ایک ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں، سو عورتیں اور بچے قیدی بنائے گئے۔ بعد میں زیدؓ بن رفاعہ جذامی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اپنے قبیلے کے دیگر کئی افراد کے ہمراہ اسلام قبول کر چکے تھے اور جب حضرت دحیہ کلبیؓ پر لوگوں نے ڈاکہ ڈالا تھا تو انہوں نے حضرت دحیہؓ کی مدد بھی کی تھی، حضرت زیدؓ بن رفاعہ نے رسول اکرم ﷺ سے مال اور قیدیوں کی واپسی کی درخواست کی جو آپ ﷺ نے قبول فرمائی اور ان کا مال اور قیدی واپس فرما دیئے۔ یہ سریہ، غزوہ وادی القریٰ کے بعد محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۱۔ غزوہ ذات الرقاع:

صلح حدیبیہ سے قریش مکہ اور غزوہ خیبر کے یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف مزاحمت کمزور یا ختم ہو چکی تھی، البتہ نجد کے صحرا میں خیمہ زن بدوؤں کی پوری طرح سرکوبی ابھی تک نہیں ہو سکی تھی۔ یہ بدو کسی خاص علاقے میں مستقل قیام پذیر نہ ہونے کی وجہ سے خانہ بدوش تھے۔ لوٹ مار ان کا مشغلہ تھا، اکثر و بیشتر یہ چھاپہ مار طرز کی کاروائیاں کرتے تھے، غزوہ خیبر اور غزوہ وادی القریٰ سے فراغت پر مدینے میں آمد کے بعد رسول اکرم ﷺ کو علم ہوا کہ بنو غطفان کی دو شاخیں بنو ثعلبہ اور بنو محارب نے مسلمانوں کے خلاف جمعیت تیار کر رکھی ہے، اس پر آپ ﷺ نے مدینے کا انتظام حضرت عثمانؓ یا حضرت ابوذرؓ غفاری کے حوالے کیا اور چار سو، سات سو یا آٹھ سو صحابہ کرامؓ کی معیت میں ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے،

یہ قبائل آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع پاتے ہی پہاڑوں پر منتشر ہو گئے۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اس غزوے کے لئے نکلے تو ہم چھ آدمی تھے جنھیں باری باری ایک ہی اونٹ پر سوار ہونا تھا، پیدل چلتے ہوئے ہمارے پاؤں زخمی ہو گئے، میرے پاؤں بھی زخمی ہو گئے اور ناخن جھڑ گیا، اس لئے ہم نے اپنے پاؤں پر (زخموں کی تکلیف کی شدّت کم کرنے اور انہیں مزید زخمی ہونے سے بچانے کے لئے) کپڑے لپیٹ رکھے تھے۔(۵۶) کپڑے کے چیتھڑوں کو عربی میں ''رقاع'' کہا جاتا ہے اس لئے یہ غزوہ، غزوہ ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہوا۔ اسے غزوہ نجد، غزوہ صلوٰۃ الخوف، غزوہ بنی محارب، غزوہ بنی ثعلبہ بھی کہا جاتا ہے اس غزوے میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے مروان بن حکم کے پوچھنے پر بتایا تھا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف غزوۂ نجد میں پڑھی تھی۔ جس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بروایت حضرت جابرؓ بن عبداللہ غزوۂ ذات الرقاع میں جب کوئی سایہ دار درخت ہوتا تو لوگ اسے رسول اکرم ﷺ کے لئے چھوڑ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا وہاں کانٹے دار درخت تھے۔ ان کا سایہ حاصل کرنے کے لئے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو گئے، رسول اکرم ﷺ نے بھی ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام فرمایا اور اپنی تلوار اسی درخت سے لٹکا کر سو گئے، اتنے میں ایک مشرک نے آپ ﷺ کی تلوار پکڑ لی اور بولا ''کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو؟'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''نہیں'' اس نے کہا ''تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ'' اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی جو آپ ﷺ نے اٹھا لی اور اس سے پوچھا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا ''آپ عمدہ پکڑنے والے بنیں'' یعنی مجھ پر احسان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا تو اس نے کہا کہ میں آپ ﷺ سے عہد کرتا ہوں کہ نہ تو میں خود آپ سے لڑوں گا اور نہ ہی آپ ﷺ کے خلاف جنگ میں دوسروں کا ساتھ دوں گا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہمیں اچانک معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ ہمیں پکار رہے ہیں۔ ہم وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک اعرابی (بدو) آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے سارا واقعہ ہمیں بتایا اور اعرابی پر غصے کا اظہار نہ فرمایا۔ تاہم صحابہ کرامؓ نے اسے ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کی۔ اس اعرابی نے اپنی قوم کے پاس واپس جا کر کہا کہ میں تمہارے یہاں سے اچھے انسان کے پاس سے ہو کر آیا ہوں۔ غالباً اسی واقعے کے بعد آپ ﷺ نے نماز خوف ادا فرمائی۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور آپ ﷺ نے ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر یہ لوگ چلے گئے تو دوسرے گروہ

نے آکر آپ ﷺ کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔ اس طرح رسول اکرم ﷺ کی چار رکعت اور صحابہ کرامؓ کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ تاہم بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلوٰۃ الخوف سب سے پہلے غزوہ بنی لحیان میں پڑھائی گئی تھی جسے غزوہ عسفان بھی کہا جاتا ہے۔ جس اعرابی سے رسول اکرم ﷺ کا مذکورہ واقعہ پیش آیا تھا، اس کا نام غورث بن الحارث بتایا جاتا ہے۔ لیکن واقدی کی روایت کے مطابق اس کا نام دعثور تھا اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن واقدی نے اسے غزوہ غطفان/ ذی امر کا واقعہ قرار دیا ہے۔ اس لئے یا تو یہ دو الگ الگ واقعات ہیں یا اگر ایک ہی واقعہ ہے تو اعرابی کا صحیح نام غورث بن الحارث ہی ہے جس نے بمطابق روایت اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ واللہ اعلم

اس غزوے سے مراجعت کے دوران صحابہ کرامؓ نے ایک مشرک عورت کو گرفتار کر لیا، اسکے خاوند نے یہ نذر مانی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں میں سے کسی کو قتل کر کے ہی دم لے گا۔ وہ رات کے وقت آیا، اس وقت حضرت عبادہؓ بن بشر اور حضرت عمار بن یاسرؓ مسلمانوں کے پہرے پر مامور تھے۔ حضرت عبادہؓ بن بشر نماز پڑھ رہے تھے کہ اس شخص نے انہیں تیر مارا، انہوں نے نماز توڑے بغیر تیر نکال کر پھینک دیا، اس کے بعد اس نے دوسرا اور تیسرا تیر بھی مارا لیکن انہوں نے نماز پوری کرنے کے بعد ہی اپنے دوسرے ساتھی کو جگا کر بتایا تو انہوں نے کہا ''سبحان اللہ! آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ جگا دیا؟'' حضرت عبادہؓ بن بشر نے جواب دیا کہ میں نماز میں ایک سورت پڑھ رہا تھا میرا دل نہ چاہا کہ میں اسے پورا کئے بغیر درمیان میں چھوڑ دوں''۔

اس غزوے سے بدو قبائل کو مرعوب و مغلوب کرنے کا مقصد بڑی حد تک پورا ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑی قوت جزیرہ نمائے عرب میں سر اٹھانے کے قابل نہ رہی۔ یہ قبائل بتدریج اسلام سے متاثر ہوتے چلے گئے اور فتح مکہ میں اکثر و بیشتر یہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور غزوہ حنین کے بعد اموال غنیمت سے بھی بہرہ مند ہوئے۔ فتح مکہ سے واپسی کے بعد ان کے علاقوں میں زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین بھیجے گئے تو ان لوگوں نے ان سے تعاون کیا اور جیسا کہ حالات سے واضح ہے، بعد میں جو چھوٹی موٹی شورشیں برپا ہوتی رہیں ان پر بآسانی قابو پا لیا گیا۔

غزوہ ذات الرقاع کے لئے روانگی بمطابق مدنی رویئت ہلال ۱۰ المحرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۵/ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز ہفتہ ہوئی۔ مکمل وضاحت توقیتی مباحث میں آئے گی۔

۱۲۔ سریہ عمرؓ بن خطاب (مہم تربہ):

یہ سریہ مکہ مکرمہ سے دو دن کی مسافت پر واقع تَربہ نامی ایک وادی کی طرف حضرت عمر فاروقؓ کی زیر قیادت تیس سواروں کے ہمراہ بنو ہوازن کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔ مسلمان رات کو سفر کرتے اور دن کے وقت روپوش رہتے تھے۔ اس کے باوجود بنو ہوازن کو ان کا علم ہو گیا اور وہ بھاگ نکلے، اس لئے یہاں کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ یہ سریہ ربیع الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۳۔ سریہ ابو بکر صدیقؓ (مہم فزارہ):

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی زیر قیادت سو آدمیوں پر مشتمل یہ سریہ نجد کے علاقے میں بنو کلاب کی طرف بھیجا گیا۔ اس میں فزارہ کے کچھ لوگ یعنی بنو کلاب مقتول ہوئے اور کچھ قیدی بنا لئے گئے۔ یہ سریہ بھی ربیع الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۴۔ سریہ بشیرؓ بن سعد انصاری (مہم اطراف فدک):

فدک کے اطراف میں یہ سریہ حضرت بشیرؓ بن سعد کی زیر امارت تیس آدمیوں کے ہمراہ بنو مرّہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ ان کے علاقے میں جنگ کے بعد حضرت بشیرؓ بن سعد نے بھیڑ بکریاں وغیرہ مال غنیمت میں حاصل کر لیں، لیکن راستے میں دشمن نے پھر حملہ کیا، تیر اندازی کا مقابلہ چلتا رہا لیکن حضرت بشیرؓ اور ان کے ساتھیوں کے تیر ختم ہو گئے اس لئے وہ پہلے کی طرح مسلح نہ رہے۔ ان کے سب ساتھی شہید ہو گئے، صرف حضرت بشیرؓ زندہ بچے جنھیں زخمی حالت میں اٹھا کر فدک لایا گیا تھا، وہاں وہ اپنے زخموں کے مندمل ہونے تک فدک کے یہودیوں کے پاس رہے۔ بعد میں مدینہ آئے۔ یہ سریہ بھی ربیع الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۵۔ سریہ غالب بن عبد اللہ اللیثی (مہم میفعہ):

یہ سریہ ایک سو تیس آدمیوں کے ہمراہ نجد کے علاقے میں مدینہ منورہ سے کوئی ۹۶ میل کے فاصلے پر واقع وادی میفعہ میں حضرت غالب بن عبد اللہ اللیثیؓ کی زیر امارت بھیجا گیا۔ اس سریے میں بنو

عُوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کی سرکوبی مقصود تھی۔ دشمن کو بری طرح شکست ہوئی، جس نے بھی سر اٹھایا مقتول ہوا۔ یہ لوگ اونٹ اور بکریاں مال غنیمت میں لے کر مدینے واپس آئے، اس میں کوئی شخص قید نہیں ہوا۔ اس سریے میں حضرت اسامہ بن زیدؓ بھی شامل تھے انہوں نے ایک شخص نہیک بن مرداس کو لا الٰہ الاّ اللہ کہنے کے باوجود قتل کر دیا، رسول اکرم ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے حضرت اسامہؓ سے سخت ناراضی کا اظہار فرمایا، اسامہؓ نے عرض کیا کہ اس شخص نے قتل سے بچنے کے لئے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ سچ کہتا تھا یا جھوٹ بول رہا تھا؟'' یہ سریہ ربیع الثانی ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رمضان ۷ ہجری قمری بمطابق جنوری ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۶۔ سریہ بشیرؓ بن سعد (مہم یمین و جبار):

تین سو آدمیوں کے ہمراہ یہ سریہ حضرت بشیرؓ بن سعد کی زیر قیادت یمین اور جبار کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ خیبر اور وادی القریٰ کے قریب واقع دو علیحدہ مقامات تھے، مسلمان رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے تھے، مسلمانوں کی آمد پر دشمن کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے، بہت سے مویشی مال غنیمت میں حاصل ہوئے اور دو آدمی گرفتار ہوئے، انہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ یہ سریہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال ۷ ہجری قمری بمطابق فروری ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے

۱۷۔ عمرۃ القضاء:

رجب ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی قعدہ ۶ ہجری قمری بمطابق مارچ ۶۲۸ عیسوی جیولین میں رسول اکرم ﷺ کوئی چودہ سو صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مدینے سے مکہ مکرمہ کی جانب عمرے کے لئے روانہ ہوئے تھے لیکن مشرکین نے آپ ﷺ کو عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور صلح حدیبیہ کی شرائط کے مطابق یہ طے پایا تھا کہ مسلمان اگلے سال عمرہ کریں گے۔ قریش مکہ کی تقویم قمریہ شمسی تھی اور ان کے ہاں رجب کا مہینہ عمرے کے لئے مخصوص تھا۔ وہ رجب قمریہ شمسی میں عمرے کو حج اصغر اور ذی الحج قمریہ شمسی میں حج کو حج اکبر کہا کرتے تھے۔ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمریہ شمسی کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ ذیقعدہ ۷ ہجری قمری بمطابق مارچ ۶۲۹ عیسوی جیولین تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے ذی قعدہ ۷ ہجری قمری کا چاند دیکھ کر صحابہ کرامؓ کو عمرے کی ادائیگی کا حکم دیا۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ اگلا قمریہ شمسی مہینہ رجب ۷ ہجری تھا جو قریش مکہ اور دیگر

عرب قبائل کا عمرے کا مہینہ تھا، مسلمانوں نے مشرکین سے پہلے عمرہ کرلیا، آپ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ جو لوگ حدیبیہ میں ہمراہ تھے ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ اس عرصے میں جو لوگ فوت ہو چکے تھے، انہیں چھوڑ کر باقی سب اصحابِ حدیبیہ اس میں شامل ہوئے بلکہ ان کے علاوہ اور لوگ بھی ساتھ ہوئے کہ مجموعی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگئی۔ عورتیں اور بچے ان کے علاوہ تھے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابو رہم غفاریؓ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ قربانی کے ساٹھ اونٹ لئے ان کی نگرانی حضرت ناجیہؓ بن جندب کے سپرد فرمائی ذوالحلیفہ سے سب نے عمرے کا احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا یعنی لبیک اللھم لبیک کی آواز لگائی۔ جب وادی یاجج میں پہنچے جو مکے سے کوئی آٹھ میل کے فاصلے پر ہے، تو سارے ہتھیار، ڈھالیں، تیر اور نیزے وغیرہ وہیں رکھ دیئے، کیونکہ صلح حدیبیہ کے مطابق عمرے کے لئے مسلمانوں کو میانوں میں بند تلواروں کے علاوہ دیگر ہتھیار لے کر حدودِ حرم میں نہیں پہنچنا تھا۔ ان ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے حضرت اوس بن خولی انصاریؓ کی زیر قیادت دو سو آدمی وہیں چھوڑ گئے، مکے میں داخلے کے وقت رسول اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصوا پر سوار تھے، مسلمانوں نے تلواریں حمائل کر رکھی تھیں، اور حفاظتی نقطۂ نگاہ سے وہ آپ ﷺ کو گھیرے میں لئے ہوئے تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ مشرکین مکہ مسلمانوں کو عمرہ کرتے ہوئے دیکھنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل کر کعبہ کے شمال میں واقع جبل قعیقعان پر جمع تھے، وہ آپس میں محوِ گفتگو تھے کہ یہاں وہ لوگ آرہے ہیں جنھیں یثرب (مدینہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑتے ہوئے چلیں اسے رمل کہا جاتا ہے۔ یوں مسلمانوں کے کمزور ہونے کے متعلق جو غلط فہمی مشرکین کو لاحق تھی، ان کے اپنے اعتراف کے مطابق جاتی رہی۔ رمل کے علاوہ آپ ﷺ نے اضطباع کا بھی حکم دیا۔ اضطباع یہ ہے کہ طواف کی چادر داہنی بغل کے نیچے سے گزار کر دایاں کندھا ننگا رکھا جائے اور چادر کو آگے پیچھے دونوں جانب سے جسم پر لپیٹ کر بائیں کندھے پر ڈالا جائے، رمل اور اضطباع کا یہ طریقہ آئندہ کے لئے بھی بحال رکھا گیا۔ طواف سے پہلے رسول اکرم ﷺ نے حجر اسود کو اپنی چھڑی سے چھوا اور پھر اپنے اصحاب سمیت طواف فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ آگے آگے چلتے ہوئے اونٹ کی مہار تھامے یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے جو امام ترمذیؒ نے شمائل میں نقل کئے ہیں:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — الیوم نضربکم علیٰ تنزیلہ

ضربا یزیل الھام عن مقیلہ و یذھل الخلیل عن خلیلہ

اے کافروں کی اولاد! اس (رسول ﷺ) کے راستے سے ہٹ جاؤ (ورنہ)
ہم آج اس (اللہ) کی تنزیل (رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ قرآن) کے
مطابق تمہیں ایسی مار ماریں گے جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گی اور
دوست کو اپنے دوست کی یاد بھلا دے گی۔

اشعار پڑھنے پر حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سے کہا کہ اے ابن رواحہ تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں شعر گوئی کرتے ہو؟ رسول اکرم نے فرمایا اے عمر انہیں (ان کے حال پر) رہنے دو کیونکہ یہ ان (قریش مکہ) کے لئے تیر کی مار سے بھی زیادہ تیز ہے۔

طواف سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے صفا اور مروہ کی سعی کی۔قربانی کے جانور مروہ کے قریب موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جگہ اور مکے کی ساری گلیاں قربان گاہ ہیں، پھر مروہ ہی میں ان جانوروں کو قربان کیا گیا وہیں سب نے سر منڈایا، اس کے بعد آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو ہتھیاروں کی حفاظت کے لئے یا جج بھیج دیا، تا کہ جو لوگ پہلے سے وہاں متعین کئے گئے تھے انہیں بھی عمرہ کرنے کا موقع ملے۔

مکہ میں مسلمانوں کا قیام تین دن تک رہا، چوتھے روز مشرکین نے حضرت علیؓ سے کہا چونکہ تین دن پورے ہو چکے ہیں لہذا محمد (ﷺ) سے کہو کہ وہ معاہدے کی شرط کے مطابق مکہ سے نکل جائیں۔ پھر آپ وہاں سے چل دیئے اور مقام سرف پر آ کر ٹھہرے۔ روانگی کے وقت سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی کم عمر صاحبزادی امامہ (جو مکہ میں رہ گئی تھیں) آپ ﷺ کے پاس ''چچا چچا'' کہتے ہوئے دوڑی آئیں۔ حضرت علیؓ نے بچی کو ہاتھوں میں اٹھا لیا لیکن حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ نے دعویٰ کیا کہ بچی کی پرورش کا ہمیں زیادہ حق حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بچی حضرت جعفر طیارؓ کی زوجہ حضرت اسماء کی گود میں دے دی کیونکہ وہ بچی کی خالہ تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے یوں حضرت امامہؓ کی پرورش کے لئے فیصلہ حضرت جعفر طیارؓ کے حق میں ہوا۔ امامہ بنت حمزہؓ نے رسول اکرم ﷺ کو چچا اس لئے کہا تھا کہ حضرت حمزہؓ رسول اکرم ﷺ کے چچا ہونے کے ساتھ رضاعی بھائی بھی تھے دونوں نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی دلجوئی کے لئے فرمایا انت منّی و انا منک ''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا اشبھت خلقی و

خُلقی ''تو شکل وصورت اور عادت میں مجھ سے مشابہ ہے''۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ سے فرمایا انت اخونا و مولانا ''تو ہمارا بھائی اور مولیٰ ہے''۔ مولیٰ کا معنیٰ آزاد کردہ غلام بھی ہے اور دوست بھی۔ عمرۃ القضاء جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی قعدہ ۷ ہجری قمری بمطابق مارچ ۶۲۹ عیسوی جیولین میں ہوا۔

۱۸۔ حضرت میمونہؓ سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح:

حضرت میمونہ بنت حارث سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح عمرۃ القضاء کے سفر کے دوران ہوا، ان کی والدہ کا نام ہند ہے، رسول اکرم ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی حضرت جعفر طیارؓ کو حضرت میمونہؓ کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا، حضرت میمونہؓ کی بہن امّ الفضلؓ، رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اہلیہ تھیں، حضرت عباسؓ ان دنوں مکہ ہی میں مقیم تھے۔ حضرت میمونہؓ نے اپنے نکاح کا معاملہ اپنی بہن کے سپرد کر رکھا تھا، چنانچہ حضرت عباسؓ نے ان کا نکاح رسول اکرم ﷺ سے کر۔ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے واپس ہوتے ہوئے رسول اکرم نے حضرت ابو رافعؓ کو مکہ ہی میں چھوڑ دیا تھا کہ وہ حضرت میمونہؓ کو سوار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں لے آئیں۔ چنانچہ مقام سرف پر انہیں آپ کی خدمت میں پہنچا دیا گیا مقام سرف پر ہی ۶۰ یا ۶۳ ہجری میں ام المومنین حضرت میمونہؓ کا انتقال ہوا۔ یہ آپ ﷺ کی آخری زوجہ ہیں اور ازواج مطہّرات میں سب سے آخر میں ان کا انتقال ہوا۔

۱۹۔ سریہ ابن ابی العوجاء:

اسے سریہ اخرم بھی کہتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت اخرمؓ بن ابی العوجاء کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ بنوسُلیم کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے بنوسلیم کو دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور چاروں طرف سے مسلمانوں کو گھیر کر شدید جنگ کی، جس سے وہ سب مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ صرف حضرت اخرمؓ بن ابی العوجا ہی زندہ بچے، جنھیں وہ لوگ مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ یہ سریہ رجب ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی الحجہ ۷ ہجری قمری بمطابق اپریل ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔ حضرت ابن ابی العوجاءؓ یکم رمضان ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم صفر ۸ ہجری قمری بمطابق ۳۰ مئی ۶۲۹ عیسوی جیولین بروز منگل مدینہ منورہ پہنچے۔

۲۰۔ اسلام خالد بن ولید، عمرو بن العاص و عثمان بن طلحہؓ:

اسلام قبول کرنے کے ارادے سے یہ حضرات بقول واقدی یکم صفر ۸ ہجری کو مدینہ پہنچے تھے۔ (۵۷) جیسا کہ توقیتی مباحث سے واضح ہوگا یہ خالص قمری تقویم کا صفر ہے، جس کے بالمقابل قمریہ شمسی تاریخ یکم رمضان ۷ ہجری قمریہ شمسی اور عیسوی جیولین تاریخ ۳۰ مئی ۶۲۹ بروز منگل ہے۔ اسلام قبول کرنے کے تین ماہ بعد حضرت خالد بن ولیدؓ سریہ مُوتہ میں شامل ہوئے۔ بروایت واقدی حضرت خالدؓ بن ولید کے بھائی ولیدؓ بن ولید پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے اور عمرۃ القضاء میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، حضرت خالدؓ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ ولیدؓ نے اپنے بھائی خالدؓ کو خط لکھ کر انہیں اسلام قبول کرنے کی ترغیب دی، حضرت خالدؓ خود بھی اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر چکے تھے، بھائی کے خط نے مزید شوق پیدا کر دیا۔ اور وہ مسلمان ہونے کے لئے مدینہ چل پڑے، راستے میں عثمان بن طلحہ اور عمرو بن العاص سے ملاقات ہوئی تو پتہ چلا کہ ان کا بھی یہی ارادہ ہے۔ یوں تینوں مدینہ منورہ پہنچ کر مشرف باسلام ہوئے۔

۲۱۔ سریہ غالبؓ بن عبداللہ اللیثی (مہم کدید):

تقریباً چودہ افراد پر مشتمل یہ سریہ حضرت غالبؓ بن عبداللہ اللیثی کی زیر امارت بنوملوح کی طرف بمقام کدید بھیجا گیا تھا جو مکے اور مدینے کے درمیان مکے سے ۴۲ میل کے فاصلے پر عسفان اور قُدید کے درمیانی علاقے میں واقع ہے، مسلمان کامیاب ہوئے، مال غنیمت میں مال اور مویشی حاصل ہوئے۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا، یہ سریہ رمضان ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق صفر ۸ ہجری قمری بمطابق جون ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۲۔ سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی (مہم ذومرہ ثانی):

دوسو افراد کے ہمراہ یہ سریہ حضرت زبیر بن العوامؓ کی زیر امارت فدک کی جانب بھیجا گیا۔ تاکہ سریہ بشیرؓ بن سعد (مہم بنومرہ اول) میں شہید ہونے والے مسلمانوں کا انتقام لیا جائے کہ اتنے میں حضرت غالب بن عبداللہ اللیثی مہم کدید سے فارغ ہو کر واپس مدینے پہنچ گئے، تو یہ سریہ انہی کی زیر قیادت روانہ کیا گیا، یہ مہم خوب کامیاب رہی، دشمن کی عورتیں اور بچے قید ہوئے، بڑی تعداد میں اونٹ اور بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں، ہر شخص کو غنیمت میں دس اونٹ یا ان کے برابر سو بکریاں ملیں کیونکہ دس

بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر قرار دیا گیا تھا۔ یہ سریہ بھی رمضان ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق صفر ۸ ہجری قمری بمطابق جون ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۳۔سریہ شجاع رضی اللہ عنہ بن وھب الاسدی (مہم سئی):

۲۴ آدمیوں پر مشتمل یہ سریہ بنوہوازن کی ایک شاخ بنو عامر بن مُلَوّح کی طرف بھیجا گیا جو سئی میں آباد تھے، یہ جگہ مدینے سے پانچ میل کے فاصلے پر ذات عرق سے پہلے ہے، مسلمان رات کو سفر کرتے اور دن کو پوشیدہ رہتے تھے، یہ مہم کامیاب رہی دشمن سے بہت سے اونٹ اور بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں ہر شخص کو پندرہ اونٹ حصے میں ملے اور ایک اونٹ کو ۲۵ بکریوں کے برابر قرار دیا گیا۔ یہ سریہ شوال ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الاول ۸ ہجری قمری بمطابق جون رجولائی ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۴۔سریہ کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر الغفاری (مہم ذاتِ الطلاح):

یہ سریہ وادی القریٰ سے آگے شام کے علاقے میں واقع مقام ذات الطلاح کی طرف پندرہ آدمیوں کے ہمراہ بھیجا گیا۔ وہاں مسلمانوں کو کفار کی بہت بڑی تعداد کا سامنا کرنا پڑا، مسلمانوں نے انہیں دعوتِ اسلام دی جو انہوں نے قبول نہ کی، شدید جنگ میں سب صحابہ کرامؓ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے صرف ایک صاحب زندہ بچے جنھوں نے مدینہ پہنچ کر صورتِ حال سے مطلع کیا۔ یہ سریہ بھی شوال ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الاول ۸ ہجری قمری بمطابق جولائی ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۵۔سریہ مُوتہ:

اس میں گو رسول اکرم ﷺ شریک نہیں ہوئے لیکن اسے غزوۂ مُوتہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی بڑی تعداد نے حصہ لیا تھا اور یہ معرکہ اس وقت کی ایک عالمی طاقت رومی حکومت کی حدود میں پیش آیا تھا۔ موتہ ملک شام کا مشہور شہر ہے جو دمشق سے دو مرحلوں اور مدینہ سے اٹھائیس مرحلوں پر واقع ہے۔ اس سریے کا سبب یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کو اپنا خط دے کر والی بُصریٰ کے پاس بھیجا تھا، بلقاء کے علاقے پر مامور قیصر روم کے گورنر شرحبیل بن عمرو غسانی نے انہیں گرفتار کر کے شہید کر دیا۔ سفیروں اور قاصدوں کا قتل اس دور میں بھی بدترین جرم سمجھا جاتا تھا، آپ ﷺ نے شرحبیل سے انتقام کے لئے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں تین ہزار کا

لشکر روانہ فرمایا۔لشکر کے لئے آپ ﷺ کا حکم یہ تھا کہ اگر زیدؓ شہید کر دیئے جائیں تو لشکر کی کمان حضرت جعفرؓ بن ابی طالبؓ کے سپرد کی جائے، اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو حضرت عبداللہؓ بن رواحہ سپہ سالار ہونگے، آپ ﷺ نے لشکر کے لئے سفید جھنڈا باندھا اور اسے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سپرد فرمایا۔آپ ﷺ لشکر کے ہمراہ ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے۔آپ نے لشکر کو تاکید فرمائی کہ جہاں حضرت حارثؓ بن عمیر شہید ہوئے تھے وہاں پہنچ کر لوگوں کو پہلے دعوتِ اسلام دی جائے وہ قبول نہ کریں تو اللہ کے نام سے ان کے خلاف جنگ کی جائے، اور یہ حکم بھی صادر فرمایا کہ خیانت اور بدعہدی سے بچنا ہوگا، کسی بچے، عورت، ضعیف العمر بوڑھے اور گرجوں میں رہنے والے تارک الدنیا لوگوں کو قتل نہیں کیا جائے گا، کھجور یا کسی اور درخت کو کاٹنے اور کسی عمارت کو منہدم کرنے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

یہ اسلامی لشکر پیش قدمی کرتا ہوا شمالی حجاز سے متصل شامی (اردنی) علاقے معان تک پہنچ گیا ادھر ہرقل قیصر روم کو جاسوسوں کے ذریعے اسلامی لشکر کی مدینہ سے روانگی کی اطلاع مل چکی تھی، مسلمانوں کو پتا چلا کہ ہرقل مآب کے مقام پر ایک لاکھ کا لشکر جمع کئے ہوئے ہے، شرحبیلؓ نے بھی کم وبیش ایک لاکھ فوج تیار کر رکھی تھی۔اس علاقے کے عرب قبائل لخم، جذام، بلقین، بہرا اور بلی بھی رومی حکومت کا ساتھ دے رہے تھے۔

اس سنگین صورت حال کے پیش نظر مسلمان معان کے مقام پر دو دن تک اسی شش و پنج میں رہے کہ تین ہزار کی تعداد سے دو لاکھ کی فوج کا مقابلہ کیا جائے یا رسول اکرم ﷺ کو اطلاع دے کر کمک کا یا کسی نئی ہدایت کا انتظار کیا جائے۔ بالآخر حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کے مشورے پر یہ طے پایا کہ دشمن کا مقابلہ ہر حال میں کیا جائے خواہ جنگ میں کامیابی ہو یا مسلمان مرتبۂ شہادت پر فائز ہوں۔اسلامی لشکر کا ہرقل کی فوجوں سے بلقاء کے علاقے کی ایک بستی مشارف میں سامنا ہوا تو مسلمان مُوتہ کے مقام کی جانب اکھٹے ہوگئے۔اس عجیب وغریب اور نہایت خونریز جنگ میں تین ہزار کا مقابلہ دو لاکھ سے تھا۔حضرت زیدؓ بن حارثہ بے مثال جرأت، ہمت وعزیمت، استقامت وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بالآخر مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے تو جھنڈا حضرت جعفرؓ نے سنبھالا، جب جنگ نہایت زوروں پر تھی آپ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے اور اس کی کونچیں کاٹ دیں پھر نہایت پامردی سے دشمن کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو بھی حتی الامکان جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے اور دشمن کے خلاف دادِ شجاعت دیتے ہوئے انہوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس فوج میں شامل تھے، ان کا بیان ہے کہ حضرت جعفرؓ کے جسم پر تلوار اور نیزے کے نوّے سے زیادہ زخم تھے

لیکن یہ سب زخم ان کے جسم کے اگلے حصے میں تھے انہوں نے دشمن کے مقابلے میں پیٹھ نہیں دکھائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جعفرؓ کو ان کے دونوں بازوؤں کے عوض جنت میں دو بازو عطا فرمائے، اس لئے ان کا لقب طیّار (بہت اُڑنے والا) اور ذوالجناحین (دو بازوؤں والا) پڑ گیا۔

حضرت جعفر طیارؓ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے فوج کی کمان سنبھالی اور اپنے پیشروؤں کی طرح بے جگری سے لڑنے لگے۔ اسی دوران ان کے ایک چچازاد بھائی نے انہیں ایک گوشت لگی ہڈی پیش کی اور کہا کہ اس کے ذریعے اپنی کمر کو مضبوط کرلو کہ تمہیں سخت حالات کا سامنا ہے۔ انہوں نے ہڈی لے کر ایک بار نوچی پھر ہاتھ میں تلوار لے کر دشمن سے لڑتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد بنوعجلان کے صحابی حضرت ثابتؓ بن ارقم نے جھنڈا اٹھایا اور مسلمانوں سے کہا کہ اپنے لشکر کا امیر مقرر کرلو، مسلمانوں نے حضرت ثابتؓ ہی کو امیر الجیش بنانا چاہا لیکن ان کی معذرت پر مسلمانوں نے بالآخر حضرت خالدؓ بن ولید کو اپنا سالار مقرر کیا۔ ادھر رسول اکرم ﷺ نے وحی کے ذریعے مدینہ میں صحابہ کرامؓ کو مطلع فرمایا کہ جھنڈا زید نے لیا تو وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لے لیا تو وہ بھی شہید کر دیئے گئے پھر ابن رواحہ نے لیا تو وہ بھی شہید کر دیئے گئے پھر جھنڈا اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے لیا، اللہ نے ان کے ذریعہ فتح عطا فرمائی۔ یوں خالدؓ بن ولید کو دربار نبوی سے سیف اللہ کا لقب مرحمت ہوا۔ انہوں نے اسلامی فوج کی کمان سنبھالنے کے بعد کمال مستعدی اور ہوشیاری سے اسلامی لشکر کی اس طرح صف بندی کی اور اس مہارت سے جم کر مقابلہ کیا کہ دشمن پر اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا۔ حالتِ جنگ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھوں میں یکے بعد دیگرے نو تلواریں ٹوٹیں اور بے مثال جنگی صلاحیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے لشکر کو پیچھے ہٹایا اور دشمن کے نرغے سے نکال باہر کیا۔ دشمن نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کو شاید مزید کمک پہنچ گئی ہے اور پیچھے ہٹتے ہوئے وہ کسی جنگی داؤ میں انہیں پھنسا رہے ہیں، اس لئے وہ مسلمانوں کے تعاقب کی جرأت نہ کر سکے۔

اس جنگ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے۔ دشمن کے مقتولین کی تعداد کا اندازہ نہیں کیا جا سکا۔ غالبًا وہ بڑی تعداد میں مقتول ہوئے جیسا کہ صرف حضرت خالدؓ کے ہاتھوں میں ہی نو تلواروں کے ٹوٹنے سے معلوم ہو رہا ہے۔

ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق جب اسلامی فوج مدینے کے قریب پہنچی تو لوگ ان پر مٹی پھینکنے لگے کہ تم فراری ہو یعنی جنگ سے بھاگ آئے ہو لیکن صحیح بخاری غزوۂ موتہ میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے

بذریعہ وحی لوگوں کو زیدؓ بن حارثہ، جعفر طیارؓ اور عبداللہؓ بن رواحہ کی یکے بعد دیگرے شہید ہونے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ پھر خالد سیف اللہ نے مسلمانوں کے علم کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمن پر غلبہ عطا فرمایا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے واقدی اور موسیٰ بن عقبہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید کی زیر کمان دشمن سے شدید جنگ ہوئی اور دشمن کو شکست ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر لشکر کے کچھ لوگوں کو فراری (بھگوڑے) کہا گیا تو یہ ایک خاص دستہ تھا جو جلدی میں پہلے مدینہ چلا آیا تھا جس پر یہ لوگ پشیمان تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے انہیں تسلی دی کہ تم فراری نہیں ہو بلکہ پھر دوبارہ حملہ کرنے کے ارادے سے پیچھے ہٹ آنے والے ہو۔ (۵۸) بلاشبہ دشمن کی اتنی بڑی تعداد کے مقابلے میں مسلمانوں کی نہایت مختصر سی فوج کو کامیابی سے باہر نکال لینا اور فوج کا دشمن کے نرغے سے یوں نکل آنا کوئی معمولی کام نہیں، بذاتِ خود یہی بہت بڑی فتح ہے، گو بعض روایات کے مطابق مسلمانوں کو دشمن کے ایک حصے کے مقابلے میں نمایاں فتح حاصل ہوئی تھی اور مال غنیمت بھی حاصل ہوا، چونکہ اس سریے میں حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر طیار اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر اصحاب شہید ہوئے تھے، اس لئے عین ممکن ہے کہ شدتِ غم میں کچھ لوگوں نے سریہ موتہ میں شامل بعض لوگوں کو فراری (بھگوڑے) کہا ہو۔ چنانچہ اس کا بیّن ثبوت اس امر سے بھی فراہم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر طیار اور دیگر اصحاب کی شہادت پر رسول اکرم ﷺ مسجد میں غم زدہ بیٹھے تھے کہ کسی نے آپ کو اطلاع دی کہ جعفرؓ کے گھرانے کی عورتیں رو رہی اور ماتم کر رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے منع کر بھیجا لیکن وہ باز نہ آئیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ منع کر بھیجا تو وہ صاحب واپس آکر بولے کہ ہم لوگوں کی بات کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے منہ میں خاک بھر دو۔ الغرض نہایت مستند روایات کے مطابق رسول اکرم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیف اللہ اور ان کی زیر کمان جنگ کو فتح قرار دیا۔ یہ جنگ فی الواقع اس لحاظ سے بھی فتح عظیم ہے کہ اس سے مستقبل میں خلفائے راشدینؓ کے دور میں رومیوں کے خلاف کامیاب جنگوں کی راہ کھل گئی اور رومی علاقے لگاتار مسلمانوں کے قبضے میں آتے رہے۔ اس سریے سے مشرک عرب قبائل بھی مرعوب ہو گئے کہ مدینے کی اسلامی ریاست روم جیسی اس دور کی ایک عظیم عالمی قوت سے بھی ٹکرانے میں کوئی ہچکچاہٹ اور خوف محسوس نہیں کرتی۔ یہ سریہ ذی الحجہ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۸ ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۹ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔ مزید وضاحت توقیتی مباحث میں پیش کی جائے گی۔

۲۶۔حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کی دوبارہ رخصتی:

اسی ذی الحجہ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۸ ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۹ عیسوی جیولین میں رسول اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو مشہور اور صحیح قول کے مطابق نکاح اول پر ہی ان کے خاوند حضرت ابوالعاصؓ بن الربیع پر لوٹایا۔ حضرت زینبؓ رسول اکرم ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں، ان کے خاوند ابوالعاص بن الربیع، حضرت زینبؓ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھانجے تھے، حضرت زینبؓ کا ابوالعاص سے نکاح رسول اکرم ﷺ کے ظہورِ رسالت سے پہلے ہوا تھا، حضرت خدیجہؓ تو ظہورِ رسالت کے ساتھ ہی سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور آپ ﷺ کی تمام صاحبزادیاں بھی اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ مکی دور کی مشکلات انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور انہیں برداشت کیا، ابوالعاص نے اس موقع پر اسلام قبول نہیں کیا، مشرکین مکہ نے ابوالعاص پر دباؤ ڈالا کہ وہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں تو ان کی شادی ان کے حسب منشا دوسری جگہ کردی جائے گی، لیکن ابوالعاص نے قریش مکہ کے دباؤ اور پیشکش کو مسترد کردیا۔ مکی دور میں جب قریش مکہ نے رسول اکرم ﷺ اور آپ کے خاندان بنو ہاشم کا معاشرتی مقاطعہ کیا اور بنو ہاشم نے شعب بنی ہاشم میں قیام کیا تو ابوالعاص رسول اکرم ﷺ اور بنی ہاشم کو خفیہ مدد پہنچاتے رہے، مشرکین مکہ کے مجبور کرنے پر ابو العاص غزوہ بدر میں ان کے ہمراہ شریکِ جنگ تھے کہ دیگر کئی لوگوں کے ساتھ جنگی قیدی بنالئے گئے۔ حضرت زینبؓ نے مکہ سے ان کی رہائی کے لئے اپنا وہ ہار بطور فدیہ بھیجا جو ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ پرانی یادیں تازہ ہونے پر رسول اکرم ﷺ پر رقت طاری ہوگئی اور صحابہ کرامؓ سے مشورے کے بعد ابوالعاص کو اس شرط پر بلا فدیہ چھوڑ دیا گیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے حسب وعدہ حضرت زینبؓ کو اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔ اہلِ مکہ کو پتہ چلا تو انہوں نے رکاوٹ پیدا کی، وادی ذی طویٰ کے قریب قریش کے آدمی پہنچ گئے، ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو نیزہ مارا، آپ اونٹ پر ہودج (کجاوے) میں تھیں، سواری سے گر گئیں سخت چوٹ آنے کی وجہ سے زخمی ہوگئیں اور اسقاط حمل سے خون جاری ہوگیا۔ اس پر کنانہ بن ربیع نے بھی ان لوگوں پر تیراندازی شروع کردی مگر حضرت زینبؓ کو واپس مکہ آنا پڑا کچھ دنوں کے بعد اپنے دیور کے ہمراہ مکہ سے باہر حضرت زیدؓ بن حارثہ تک پہنچ گئیں، جو اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ اسی مقصد کے لئے مدینے سے آئے ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ آپ مدینہ منورہ

رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ان کے بارے میں ارشاد ہے ھی افضل بناتی اصیبت فیّ (۵۹) ''میری بیٹیوں میں وہ (زینب اللہ کی راہ میں مصائب جھیلنے کے اعتبار سے) سب سے افضل ہے جسے میری وجہ سے اذیت پہنچائی گئی''۔

بعد میں ابوالعاص قریش کے ایک تجارتی قافلے میں شامل ہو کر شام سے واپس آ رہے تھے کہ محرم ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمری بمطابق ستمبر/اکتوبر ۶۲۷ عیسوی جیولین میں اسلامی لشکر کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے، حضرت زینبؓ نے اپنے شوہر کو امان دی جسے رسول اکرم ﷺ نے بھی منظور فرمایا۔ رسول اکرم ﷺ کی خواہش کے احترام میں سریہ عیص میں شامل صحابہؓ نے بغیر کسی دباؤ کے برضا و رغبت ابوالعاص سے چھینا گیا سارے کا سارا مال حتّٰی کہ اونٹ کی نکیل کی رسی تک انہیں واپس کر دی، وہاں سے ابوالعاص مکہ آئے، اہل مکہ کو ان کی امانتیں سپرد کیں اور ان سے کہا کہ میں نے مدینے میں اسلام اس لئے قبول نہیں کیا کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ میرا ارادہ تمہارے اموال ہڑپ کر جانے کا تھا، اسکے بعد انہوں نے علی الاعلان اسلام قبول کیا۔ اسلام قبول کر لینے کے بعد اواخر سال ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل سال ۸ ہجری قمری میں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو رسول اکرم ﷺ نے انکی اہلیہ حضرت زینبؓ کو نکاحِ اول پر ہی حضرت ابولعاصؓ پر لوٹا دیا۔ نکاحِ جدید اور مہر جدید پر لوٹانے کی روایتؓ ضعیف ہے مزید وضاحت توقیتی مباحث میں ہوگی۔

توقیتی مباحث ۷ ہجری قمریہ شمسی، ۷۔۸ ہجری قمری، ۶۲۸۔۶۲۹ عیسوی جیولین تقابلی تقویمی جدول سال ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۷۔۸ ہجری قمری بمطابق ۶۲۸۔۶۲۹ عیسوی جیولین بمطابق عبرانی سال ۴۳۸۹ خلیقہ (مکبوس)، ۲۳۱ ویں ۱۹ سالہ دور کا آخری یعنی انیسواں سال

یکم ۶۲۸ عیسوی جیولین = (۲۴۴ تقسیم ۳۶۶) + ۶۲۸ تقسیم ۴ = ۹۷۰۲۰۴ء = ۹۷۳۶۸ء ۶۲۷، (۹۷۳۶۸ء ۶۲۸، ۱۶۴۷ء ۶۵۲۶ء ۶۴۰) = ۳۲۱۰۸ء ۷، (۳۲۱۰۸ء × ۱۲) = ۸۵۲۹۶ء۳، (۸۵۲۹۶ء × ۲۹ء۵) = ۲۵ء۱۶ = ۲۵ ربیع الثانی ۷ ہجریؒ قمری، پس یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری = یکم محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی = ۳۲۔۲۵ = ۷ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین، تاریخ اور وقت قران ۳ ستمبر ۶۲۸ بوقت ۱۹:۲۰ پس صحیح تاریخ ۵ ستمبر، چونکہ ہماری مستخرجہ تاریخ ۷ ستمبر ہے اور صحیح تاریخ ۵ ستمبر ہے، لہٰذا دو دن کا فرق پڑا۔ اس فرق کو دور کرنے کے لئے یا ایک دن تک محدود کرنے کے لئے یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کی جیولین عیسوی تقویم میں تحویل مطلوب ہے، یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری = (۲۹ء۵ × ۴ تقسیم ۳۵۴) + ۷ = ۳۳۳۳۳۳۳ء

۷، (۳۳۳۳۳۳۳ء۷×۹۷۰۲۰۴ء)+۵۶۹۲ء۶۲۱=۶۸۴۰۲ء۶۲۸، (۶۸۴۰۲ء۳۶۶) = ۳۵ء۲۵۰=۲۵۰، ۲۵۰واں دن = ۶ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین، تاہم صحیح تاریخ ۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین، ۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا دن = (۶۲۷ × ۲۵ء۱ کا حاصل ضرب بحذفِ کسر) + ۲۴۹ = ۱۰۳۲، (۱۰۳۲ تقسیم سات کا باقی ماندہ عدد) = ۳ = سوموار

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ ستمبر ۶۲۸	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ ستمبر	۱۹:۲۰
۱۵ اکتوبر	بدھ	یکم محرم (کبیسہ)	یکم جمادی الاخریٰ	۳ اکتوبر	۰۸:۳۶
۴ نومبر	جمعہ	یکم صفر	یکم رجب	۲ نومبر	۰۰:۵۵
۴ دسمبر	اتوار	یکم ربیع الاول	یکم شعبان	یکم دسمبر	۱۹:۳۱
۲ جنوری ۶۲۹ء	سوموار	یکم ربیع الثانی	یکم رمضان	۳۱ دسمبر	۱۵:۰۰
یکم فروری	بدھ	یکم جمادی الاولیٰ	یکم شوال	۳۰ جنوری ۶۲۹	۰۹:۴۷
۳ مارچ	جمعہ	یکم جمادی الاخریٰ	یکم ذی قعدہ	یکم مارچ	۰۲:۲۹
یکم اپریل	ہفتہ	یکم رجب	یکم ذی الحجہ	۳۰ مارچ	۱۶:۱۴
یکم مئی	سوموار	یکم شعبان	یکم محرم ۸ ہجری	۲۹ اپریل	۰۲:۵۸
۳۰ مئی	منگل	یکم رمضان	یکم صفر	۲۸ مئی	۱۱:۱۸
۲۸ جون	بدھ	یکم شوال	یکم ربیع الاول	۲۶ جون	۱۸:۲۰
۲۸ جولائی	جمعہ	یکم ذی قعدہ	یکم ربیع الثانی	۲۶ جولائی	۰۱:۱۸
۲۶ اگست	ہفتہ	یکم ذی الحجہ	یکم جمادی الاولیٰ	۲۴ اگست	۰۹:۱۶

ا۔ غزوہ ذی قرد / غزوہ غابہ:

واقدی نے اس غزوے کی تاریخ ۳ ربیع الثانی ۶ ہجری بیان کی ہے اور دن بدھ لکھا ہے۔

(۶۰) سال ۵ اور ۶ ہجری قمریہ شمسی کے توقیتی مباحث کے شروع میں متعلقہ تقابلی جداول پیش کی جا چکی ہیں یہاں ان کا متعلقہ حصہ پیش کیا جا رہا ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران

۱۹ اگست ۶۲۷ء	بدھ	یکم ذی الحجہ ۵ ہجری	یکم ربیع الثانی ۶ ہجری	۱۶ اگست	۲۱:۵۵
۱۵ دسمبر ۶۲۷ء	منگل	یکم ربیع الثانی ۶ ہجری	یکم شعبان ۶ ہجری	۱۳ دسمبر	۲۰:۲۵

مذکورہ جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ تواریخ قران اور اوقاتِ قران کی روشنی میں ۳ ربیع الثانی کو ہرگز بدھ کا دن نہیں ہوسکتا، خواہ سال ۶ ہجری قمری تقویم کا لیا جائے یا قمریہ شمسی تقویم کا شمار کیا جائے ۳ ربیع الثانی ۶ ہجری قمری کو دن جمعہ بنتا ہے اور ۳ ربیع الثانی قمریہ شمسی کو دن جمعرات برآمد ہوتا ہے اگرچہ قمری تواریخ میں ایک دن کا فرق بسا اوقات نظر انداز کیا جاسکتا ہے لیکن یہاں یہ ممکن نہیں کیونکہ یکم ربیع الثانی ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم شعبان ۶ ہجری قمری بمطابق ۱۵ دسمبر ۶۲۷ عیسوی جیولین اوقاتِ قران کے اعتبار سے کسی صورت میں بھی منگل سے پہلے نہیں ہوسکتی لہذا ۳ ربیع الثانی کو بدھ کا دن نہیں ہوسکتا۔

ابن اسحٰق ـ نے غزوہ بنی لحیان کو جمادی الاولیٰ ۶ ہجری کا واقعہ قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس غزوے سے واپسی پر چند ہی راتوں کے بعد عیینہ بن حصن الفزاری نے بنوغطفان کے سواروں کے ہمراہ رسول اکرم ﷺ کی چراگاہ کی اونٹنیوں پر چھاپہ مارا یعنی غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قرد بھی بقول ابن اسحٰق جمادی الاولیٰ ۶ ہجری میں ہوا۔ (۶۱) اوپر ہم دیکھ چکے ہیں کہ ۳ ربیع الثانی ۶ ہجری قمریہ شمسی تقویم کا ہو یا خالص قمری تقویم کا ہو دونوں صورتوں میں دن بدھ برآمد نہیں ہوتا۔ اسی طرح ۳ جمادی الاولیٰ ۶ ہجری کو بھی دن بدھ برآمد نہیں ہوتا خواہ اسے قمریہ شمسی تقویم کا شمار کیا جائے یا قمری تقویم کا لیا جائے۔ تقابلی تقویمی جدول برائے سال ۶ ہجری قمریہ شمسی کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۷ ستمبر ۶۲۷ء	جمعرات	یکم محرم ۶ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۶ ہجری	۱۵ ستمبر	۱۲:۰۸
۱۴ جنوری ۶۲۸ء	جمعرات	یکم جمادی الاولیٰ	یکم رمضان	۱۲ جنوری ۶۲۸ء	۱۶:۰۴

مذکورہ بالا جدول سے واضح ہے کہ ۳ جمادی الاولیٰ ۶ ہجری قمریہ شمسی تقویم کا ہو یا قمری کا، دونوں صورتوں میں دن ہفتہ برآمد ہوگا جبکہ واقدی نے اس غزوے کے لئے روانگی کا دن بدھ لکھا ہے۔

اگر سال ۶ ہجری کی بجائے ۷ ہجری لیا جائے تو ۳ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو ٹھیک بدھ کا ہی دن برآمد ہوتا ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ ستمبر ۶۲۸ء	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ ستمبر	۱۹:۲۰

مذکورہ جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ ۳ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو واقعی بدھ کا دن تھا کیونکہ یکم تاریخ کو سوموار تھا قمریہ شمسی تاریخ ۳ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۷ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین تھی۔ غزوہ ذی قرد کی یہی صحیح توقیت ہے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوعؓ کی روایت کے مطابق غزوہ ذی قرد سے مدینہ واپسی کے تین روز بعد غزوہ خیبر کے لئے روانگی ہوئی تھی۔ (۶۲) اکثر اہل مغازی نے اسے صلح نامہ حدیبیہ سے پہلے کا غزوہ قرار دیا ہے لیکن صحیحین (بخاری و مسلم) میں موجود حضرت سلمہؓ بن اکوع کی روایت زیادہ مستند ہے جس کی تائید دوسرے دلائل سے بھی بخوبی ہو رہی ہے۔ سیرت نگاروں کے تسامح کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے صلح حدیبیہ کے ذی قعدہ ۶ ہجری، ملوک وسلاطین کو دعوتی مکاتیب لکھے جانے کے مہینے ذی الحجہ ۶ ہجری اور اس کے بعد غزوہ خیبر کے مہینے محرم ۷ ہجری سب کو ایک ہی تقویم کے مہینے سمجھ لیا، حالانکہ یہاں ذی قعدہ اور ذی الحجہ ۶ ہجری کے مہینے خالص قمری تقویم کے ہیں جبکہ غزوہ خیبر کا محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی تقویم کا ہے جس کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری ہے۔ چنانچہ ابن اسحٰق اور ابن ہشام وغیرہ نے غزوہ خیبر کو محرم ۷ ہجری کا جب کہ ابن سعد اور واقدی نے اسے جمادی الاولیٰ ۷ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے۔ (۶۳) یوں غزوہ خیبر کی توقیت قمریہ شمسی اور قمری دونوں تقاویم میں ہوئی ہے، چونکہ غزوہ خیبر کے لئے روانگی سے صرف تین دن پہلے غزوہ ذی قرد سے مراجعت ہوئی تھی لہذا غزوہ ذی قرد اور غزوہ خیبر دونوں کا ایک ہی مہینہ ہے۔ غزوہ ذی قرد کے لئے روانگی ۳ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۳ جمادی لاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۷ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین برواز بدھ ہوئی۔ بقول واقدی اس غزوے سے مراجعت پانچویں روز بروز اتوار ہوئی تھی لہذا غزوہ ذی قرد سے مراجعت ۷ محرم قمریہ شمسی بمطابق ۷ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۱ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز اتوار ہوئی۔ پس غزوہ خیبر کے لئے روانگی ۱۰، ۱۱ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰، ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۴ر۱۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز بدھ یا جمعرات ہوئی۔ اسکی مزید تائید قتل کسریٰ کی تاریخ سے بھی ہوتی ہے۔ اس کی تاریخ ابن کثیر اور ابن جریر طبری وغیرہ نے ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری بیان کی ہے اور دن منگل لکھا ہے۔ (۶۴) یہ جمادی لاولیٰ یقیناً قمری تقویم کا ہے کیونکہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمریہ شمسی کو منگل کا نہیں بلکہ جمعہ کا دن بنتا ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
یکم فروری ۶۲۹ء	بدھ	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	یکم شوال ۷ ہجری	۳۰ جنوری	۰۹:۴۷

مذکورہ جدول سے واضح ہے کہ اگر یکم تاریخ کو بدھ ہو تو ۱۰ تاریخ کو جمعہ کا دن ہوگا، تاہم ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو بدھ کا دن برآمد ہوگا۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ ستمبر ۶۲۸ء	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ ستمبر	19:20

مذکورہ جدول سے واضح ہے کہ یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو سوموار ہو تو ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو بدھ ہوگا، لیکن طبری وغیرہ نے دن منگل لکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایران کی تقویم خالص شمسی تقویم تھی، شمسی تقویم میں سورج غروب ہونے کے بعد تاریخ اور دن دونوں حسب سابق رہتے ہیں جبکہ قمری اور قمریہ شمسی تقویم میں سورج غروب ہونے کے بعد اگلی تاریخ اور اگلا دن شروع ہو جاتے ہیں، اور جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ ۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کو سوموار تھا، لہذا ۱۳ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کو منگل کا دن اور قمری و قمریہ شمسی تاریخ ۹ ہوئی۔ سورج غروب ہونے کے بعد شمسی تقویم کا دن منگل ہی رہا اور تاریخ بھی ۱۳ ستمبر ہی رہی لیکن قمری و قمریہ شمسی تاریخ ۱۰ ہوگئی اور دن بدھ ہو گیا، سیرت نگاروں نے شمسی تقویم کے اعتبار سے دن منگل ہی رہنے دیا اور چاند کی تاریخ ۱۰ شمار کر لی، پس کسریٰ کا قتل ۱۰ محرم قمریہ شمسی ۷ ہجری بمطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو ہوا۔ عیسوی جیولین کے اعتبار سے یہ ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کی منگل اور بدھ کے درمیان کی رات تھی۔ (۶۵) میں کہتا ہوں کہ بعض شعرا کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ اس (کسریٰ) کا قتل حرمت والے مہینے میں ہوا تھا''۔ اوپر جدول میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کے بالمقابل قمریہ شمسی مہینہ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی ہے اور محرم واقعی حرمت والے مہینوں میں شامل ہے۔ ایران کے کسریٰ خسرو پرویز نے رسول اکرم ﷺ کے والا نامہ کو پھاڑ ڈالا تھا اور یمن کے اپنے گورنر باذان کو لکھا تھا کہ دو طاقتور آدمیوں میں بھیج کر خط لکھنے والے محمد (ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے۔ باذان کے بھیجے ہوئے یہ دونوں سپاہی مدینہ پہنچے اور ان کی گفتگو رسول اکرم ﷺ سے ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا۔ اگلے روز جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں کسریٰ کے قتل ہونے کی اطلاع دی (۶۶) اس سے معلوم ہوا کہ قتل کسریٰ کی تاریخ یعنی ۱۰ محرم قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کی رات تک آپ ﷺ ابھی مدینے ہی میں تھے، غزوہ خیبر کے لئے رات گزرنے کے بعد دن کے کسی وقت میں روانہ ہوئے، یا اگلے روز روانہ ہوئے کیونکہ قبل ازیں مذکور ہو چکا ہے کہ غزوہ ذی قرد سے

مراجعت کے دن روز بعد آپ ﷺ غزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ مذکورہ بالا وضاحت سے ثابت ہوا کہ غزوہ ذی قرد، قتل کسریٰ اور غزوہ خیبر سب کا ایک ہی مہینہ ہے۔ چونکہ سیرے نگاروں نے غلطی سے غزوہ خیبر کے محرم ۷ ہجری کو قمری تقویم کا سمجھ لیا اور اس سے پہلے صلح حدیبیہ کے بعد ذی قعدہ ۶ ہجری کے اواخر اور ذی الحجہ ۶ ہجری قمری میں رسول اکرم ﷺ نے اردگرد کے ملوک وسلاطین کو دعوتی خطوط لکھوائے تھے اور چونکہ ایک ہی تقویم کے ذی الحجہ ومحرم کے درمیان کسی اور قمری مہینے کا آنا محال ہے، لہذا سیرت نگاروں نے غزوہ ذی قرد کے سال ۷ ہجری کو ۶ ہجری میں بدل ڈالا اور یہ سب کچھ دوتقویمی التباس کی بنا پر ہوا۔

یہاں ابن جریر طبری کے ایک اور تسامح کی جانب اشارہ کرنا ضروری ہے۔ بقول طبری کسریٰ کے قتل کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو ایام حدیبیہ میں ملی تھی لیکن اس کا غلط ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے روم وایرن کے حکمرانوں کو خطوط صلح نامہ حدیبیہ کے بعد لکھوائے تھے اور صلح حدیبیہ تو رجب ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی قعدہ ۶ ہجری قمری میں ہوئی تھی۔ صحیح یہ ہے کہ کسریٰ کے قتل کی خبر رسول اکرم ﷺ کو ایام خیبر میں پہنچی تھی گو بذریعہ وحی آپ ﷺ کو یہ اطلاع خیبر کے لئے روانہ ہونے سے پہلے مدینہ منورہ ہی میں ہو چکی تھی۔ سیرت نگاروں نے ابن کثیرؒ وغیرہ کے حوالے سے قتل کسریٰ کی تاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری بروز منگل لکھی ہے۔ (۶۷) لیکن ہمارے پاس ابن کثیرؒ کی البدایۃ والنہایۃ کا جو نسخہ ہے اس میں تاریخ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری اور دن منگل لکھا ہے، یقیناً یہ کتابت کی غلطی ہے اور ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری کو ویسے بھی دن جمعہ برآمد ہوتا ہے تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۵ اکتوبر ۶۲۸ء	بدھ	یکم محرم (کبیسہ) ۷ ہجری	یکم جمادی الاخریٰ ۷ ہجری	۳ اکتوبر	۰۸:۳۶

مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں غزوہ ذی قرد کے لئے روانگی ۳ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۳ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۷ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز بدھ ہوئی اور غزوے سے مراجعت ۷ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۷ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۱ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز اتوار ہوئی۔ کسریٰ کا قتل ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کی درمیانی رات بالفاظ دیگر منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو ہوا، اس کے بالمقابل قمریہ شمسی تاریخ ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی اور قمری تاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری اور دن بدھ تھا۔ غزوہ خیبر کے لئے روانگی بھی اسی روز یا اس سے اگلے روز ہوئی۔

۲۔ باذان والیٔ یمن کے سپاہیوں کی مدینے میں آمد:

غزوہ ذی قرد کے توقیتی مباحث سے واضح ہے کہ باذان کے بھیجے ہوئے دو سپاہی مدینہ منورہ میں ۹ اور ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۹ اور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز منگل و بدھ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے انکی آمد کے دوسرے دن بروز بدھ انہیں کسریٰ کے قتل ہونے کی اطلاع دی تھی۔

۳۔ کسریٰ خسرو پرویز شاہ ایران کا قتل:

جیسا کہ غزوہ ذی قرد کے توقیتی مباحث میں مذکور ہو چکا ہے، کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۳ اور ۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی کی درمیانی رات کو قتل کیا۔ یہ منگل اور بدھ کی درمیانی رات تھی۔

۴۔ غزوۂ خیبر:

جیسا کہ غزوہ ذی قرد کے توقیتی مباحث میں مذکور ہو چکا ہے، غزوہ خیبر کی توقیت بعض سیرت نگاروں مثلاً ابن اسحٰق، ابن ہشام وغیرہ نے قمریہ شمسی تقویم میں اور بعض سیرت نگاروں مثلاً ابن سعد اور واقدی نے خالص قمری تقویم میں کی ہے۔ (۶۸) تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ ستمبر ۶۲۸ء	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ ستمبر	19:20

بقول ابن ہشام وطبری وغیرہ غزوہ خیبر میں تمر (خشک کھجوریں) بڑی تعداد میں ہاتھ لگی تھیں۔ اس سے بھی مذکورہ بالا توقیت کی تائید ہوتی ہے۔ سال ۷ ہجری قمریہ شمسی کے بالمقابل عبرانی سال ۴۳۸۹ خلیقہ تھا جو مکبوس (نسی والا) سال ہے محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی کے بعد اس میں کبیسہ کا (نسی والا) مہینہ ڈالتے ہوئے محرم کو مکرر لایا گیا تھا، دور جاہلیت کے اس دو تقویمی نظام سے بے خبری کی بنا پر جن سیرت نگاروں نے غزوہ خیبر کا مہینہ محرم ۷ ہجری بیان کیا، انھوں نے بھی اسے خالص قمری تقویم کا مہینہ سمجھتے ہوئے اگلا مہینہ حسب معمول صفر قمری قرار دیا، حالانکہ یہ محرم قمریہ شمسی تھا، جس کے بالمقابل قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری تھا۔ تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصے یوں ہیں:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ستمبر ۶۲۸ء	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ستمبر	۱۹:۲۰
۱۵اکتوبر	بدھ	یکم محرم الثانی (کبیسہ)	یکم جمادی الاخریٰ ۷ ہجری	۱۳اکتوبر	۰۸:۳۶

سیرت نگاروں نے محرم الثانی (کبیسہ) کو نظرانداز کرتے ہوئے اسے صفر ۷ ہجری قرار دیا، اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے غزوہ خیبر اور اس کے بعد متصل غزوہ وادی القریٰ کے متعلق یہ سمجھ لیا کہ ان دونوں غزوات میں ایک ماہ سے بھی زائد مدت صرف ہوئی اور یہ کہ رسول اکرم ﷺ کی مدینے میں مراجعت اواخر صفر ۷ ہجری (قمری) یا اوائل ربیع الاول ۷ ہجری (قمری) میں ہوئی اور پھر کوئی چار ماہ بعد سریہ عمر بن خطاب (مہم تربہ) کا واقعہ پیش آیا۔ جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ غزوہ خیبر کا خالص قمری مہینہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری اور غزوہ وادی القریٰ سے فراغت کا خالص قمری مہینہ اوائل جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری ہے، اسی جمادی الاخریٰ کے اوائل میں رسول اکرم ﷺ کی مدینے میں مراجعت ہوئی اور اس مراجعت کے جلد بعد سریہ حسمیٰ اور پھر ۱۰ جمادی لاخریٰ ۷ ہجری قمری کو غزوہ ذات الرقاع کے لئے روانگی ہوئی، جس کے بالمقابل قمریہ شمسی تاریخ ۱۰ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی اور عیسوی جیولین تاریخ ۱۴/ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز جمعہ ہے۔ غزوہ ذات الرقاع سے مراجعت کے بعد ربیع الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں سریہ عمرؓ بن خطاب ہوا۔ اس دو تقویمی التباس کی وجہ سے سیرت نگاروں نے سریہ حسمیٰ کو جمادی الاخریٰ ۶ ہجری (قمری) کا واقعہ سمجھ لیا، حالانکہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زیر قیادت اس سریے کا مقصد قبیلہ جذام کے ان لوگوں کی سرکوبی کرنا تھا، جنھوں نے حضرت دحیہؓ بن خلیفہ کلبی کا مال و اسباب اور قیصر روم کی طرف سے دیئے گئے تحائف اس وقت لوٹ لئے تھے جب وہ قیصر روم کو رسول اکرم ﷺ کا والا نامہ پہنچا واپس آرہے تھے۔ مختلف حکمرانوں کو اکثر و بیشتر یہ خطوط صلح حدیبیہ کے بعد ذی الحجہ ۶ ہجری (قمری) میں لکھے گئے تھے۔ اس لئے سریہ حسمیٰ کا جمادی الاولیٰ ۶ ہجری میں ہونا عقلاً ممکن ہی نہیں خواہ اسے قمریہ شمسی تقویم یا خالص قمری تقویم کا لیا جائے، بلکہ یہ سریہ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی لاخریٰ ۷ ہجری قمری کا ہے۔ اسی طرح کی غلط فہمی سیرت نگاروں کو غزوہ ذات الرقاع کی توقیت کے متعلق ہوئی، غزوہ ذات الرقاع کے لئے روانگی ۱۰ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۴ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز جمعۃ المبارک ہوئی، لیکن اکثر اہلِ سیر نے اسے نہ صرف صلح حدیبیہ سے بلکہ غزوہ خندق سے بھی

پہلے کا غزوہ سمجھ لیا، حالانکہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق اس غزوے میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل تھے جس سے معلوم ہوا کہ یہ غزوہ صلح نامہ حدیبیہ سے پہلے کا نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ یقیناً غزوہ خیبر کے بعد ہوا ہے، کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایّام خیبر میں مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کیا تھا وہیں سے وہ خیبر پہنچ کر رسول اکرم ﷺ سے آملے تھے۔ اسی طرح ابوموسیٰ اشعریؓ بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ سے خیبر میں اس وقت پہنچے تھے جب خیبر فتح ہو چکا تھا۔ غزوہ ذات الرقاع میں ان دونوں حضرات کی شرکت سے صاف واضح ہے کہ غزوہ ذات الرقاع بلاشک وشبہ غزوہ خیبر سے بعد کا غزوہ ہے۔ ابن سعد اور واقدی نے اس غزوے کو ۱۰ محرم ۵ ہجری کا ابن ہشام نے اسے جمادی الاولیٰ ۵ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے۔

(۶۹) علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں **وقول الواقدی انه علیه السلام خرج الیٰ ذات الرقاع فی اربع مائة ویقال سبع مأة من اصحابه لیلة السبت لعشر خلون من المحرم سنة خمس، فیه نظر** (۷۰) ''اور واقدی کا یہ کہنا محل نظر ہے کہ رسول اکرم ﷺ ذات الرقاع کے لئے اپنے چار سو اور بقول بعض سات سو اصحاب کے ہمراہ سنیچر کی رات ۱۰ محرم کو روانہ ہوئے تھے''۔ ابن کثیر نے بھی واقدی کی توقیت کو اس لئے محل نظر قرار دیا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی تھی اور صلوٰۃ الخوف غزوہ خندق کے بعد شروع ہوئی ہے اور اس غزوے میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی شرکت بھی واقدی کی مذکورہ توقیت کو غلط قرار دے رہی ہے۔ ابن حبیب بغدادی نے غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴ ہجری بروز سوموار اور مراجعت بروز بدھ لکھی ہے۔ (۷۱) غزوہ ذات الرقاع کا سال ۴ یا ۵ ہجری میں ممکن نہ ہونا تو بخوبی واضح ہو چکا ہے ویسے بھی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۴ ہجری خواہ قمریہ شمسی تقویم کا ہو یا قمری کا، دونوں صورتوں میں دن سوموار کی بجائے بالترتیب جمعہ اور بدھ کا برآمد ہوتا ہے۔ سال ۴ ہجری قمریہ شمسی کی تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصے یوں ہیں:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۹ اکتوبر ۶۲۵ء	بدھ	یکم صفر ۴ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۴ ہجری	۱۷ اکتوبر	۱۰:۴۱
۶ جنوری ۶۲۶ء	سوموار	یکم جمادی الاولیٰ ۴ ہجری	یکم شعبان ۴ ہجری	۴ جنوری	۰۵:۵۶

مذکورہ بالا جدول سے واضح ہے کہ یکم جمادی الاولیٰ ۴ ہجری قمری کو بدھ تھا لہٰذا ۱۰ جمادی الاولیٰ کو جمعہ ہوا۔ اور یکم جمادی الاولیٰ ۴ ہجری قمریہ شمسی کو سوموار تھا لہٰذا ۱۰ جمادی الاولیٰ کو بدھ کا دن ہوا، حالانکہ ابن حبیب نے دن سوموار لکھا ہے، واقدی نے ۱۰ محرم ۵ ہجری کا دن ہفتہ لکھا ہے لیکن ۱۰ محرم ۵

ہجری قمری کو دن بدھ تھا اور مقابل قمریہ شمسی مہینہ شوال ۴ ہجری قمریہ شمسی تھا، جب کہ ۱۰ محرم ۵ ہجری قمریہ شمسی کو دن اتوار برآمد ہوتا ہے اور اسکے مقابل قمری مہینہ جمادی الاولیٰ کی بجائے ربیع الثانی ۵ ہجری قمری تھا۔ تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصے یوں ہیں:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲ جون ۶۲۶ء	سوموار	یکم شوال ۴ ہجری	یکم محرم ۵ ہجری	۳۱ مئی	۰۳:۵۱
۲۹ اگست ۶۲۶ء	جمعہ	یکم محرم ۵ ہجری	یکم ربیع الثانی ۵ ہجری	۲۷ اگست	۱۸:۰۴
۲۸ ستمبر	اتوار	یکم محرم (کبیسہ) ۵ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۵ ہجری	۲۶ ستمبر	۱۱:۲۲

مذکورہ جدول سے واضح ہے کہ یکم محرم ۵ ہجری کو سوموار تھا لہذا ۱۰ محرم کو بدھ ہوا۔ یکم محرم ۵ ہجری قمریہ شمسی کو جمعہ تھا ۱۰ محرم کو اتوار ہوا۔ متعلقہ تاریخ قران اور وقت قران کے پیش نظر ۱۰ محرم ۵ قمریہ شمسی کو بمطابق قواعد ہیئت سوموار کا دن تو ممکن ہے لیکن ہفتہ کسی صورت نہیں ہوسکتا۔ سال ۵ ہجری قمریہ شمسی سال مکبوس (نسی) سال تھا جس کے بالمقابل عبرانی سال ۴۳۸۷ خلیقہ تھا جو ۱۹ سالہ عبرانی دور کے ۲۳۱ ویں دور کا سترہواں سال ہونے کی وجہ سے مکبوس سال تھا۔ لہذا اگر ۱۰ محرم (کبیسہ) ۵ ہجری قمریہ شمسی کی تاریخ بھی لی جائے تو مذکورہ بالا جدول کے مطابق دن منگل ہوگا کیونکہ یکم محرم (کبیسہ) ۵ ہجری قمریہ شمسی کو اتوار تھا حالانکہ واقدی نے غزوہ ذات الرقاع کا دن ہفتہ لکھا ہے۔

غزوہ ذات الرقاع کا سال ۶ ہجری میں وقوع کسی بھی سیرت نگار سے منقول نہیں، نیز جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے، یہ غزوہ سال ۷ ہجری سے پہلے کا نہیں ہوسکتا لہذا اب ہم ۱۰ محرم ۷ ہجری کے دن پر غور کرتے ہیں ہمیں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۳/۱۴ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کی درمیانی شب کسریٰ قتل ہوا تھا اور رسول اکرم ﷺ اس وقت ابھی مدینے ہی میں تھے، غزوہ خیبر کے لئے روانہ نہیں ہوئے تھے لہذا غزوہ ذات الرقاع کی صحیح تاریخ ۱۰ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۴ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین ہی ہوسکتی ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۵ اکتوبر ۶۲۸ء	بدھ	یکم محرم الثانی (کبیسہ) ۷ھ	یکم جمادی الاولیٰ ۷ھ	۳ اکتوبر	۰۸:۳۶

مذکورہ جدول کی روشنی میں یکم محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی کو بدھ تھا لہذا ۱۰ محرم کو جمعہ کا دن

ہوا، لیکن رویئت ہلال کا ایک دن مؤخر ہو جانا عین ممکن ہے اندریں صورت دن ہفتہ ہوا، پس غزوہ ذات الرقاع کی صحیح تاریخ بلحاظ مدنی رویئت ہلال ۱۰ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۵ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز ہفتہ ہے، غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی اس لئے بھی خارج از بحث ہے کہ یکم محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کو سوموار تھا، جیسا کہ زیر نظر توفیقی مباحث کی سابقہ سطور میں تقابلی جدول کے متعلقہ حصے سے واضح ہے اس لئے ۱۰ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی کو دن بدھ ہوگا، حالانکہ واقدی نے ہفتہ لکھا ہے۔ غزوہ ذات الرقاع کی تاریخ ۱۰ محرم ۷ ہجری قمری بھی خارج از بحث ہے، کیونکہ اسکے بالمقابل قمریہ شمسی مہینہ اور تاریخ ۱۰ رمضان ۶ ہجری قمریہ شمسی ہے اور یہ غزوہ خیبر سے پہلے کی تاریخ ہے حالانکہ غزوہ ذات الرقاع کا غزوہ خیبر کے بعد ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یہ ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۱ مئی ۶۲۸ء	بدھ	یکم رمضان ۶ ہجری	یکم محرم ۷ ہجری	۹ مئی	۱۱:۳۶

پس مذکورہ بالا مباحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ غزوہ ذات الرقاع کی صحیح تاریخ صرف اور صرف ۱۰ محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۵ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز ہفتہ (بحساب مدنی رویئت ہلال) ہی ہوسکتی ہے اور یہی مہینہ سریہ حسمیٰ کا بھی ہے۔

جب غزوۂ ذات الرقاع کی صحیح تاریخ معلوم ہو چکی تو اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ غزوہ خیبر اور اسکے بعد غزوہ وادی القریٰ سے فراغت کے بعد رسول اکرم ﷺ کی مدینے میں مراجعت ۱۰ محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری سے پہلے ہوئی، خیبر کا علاقہ مدینہ منورہ سے تین منزل پر واقع ہے یعنی کم وبیش یہ تین دن کا سفر ہے۔ فتح الباری میں ہے کہ خیبر مدینے سے شام کی جانب آٹھ برید کے فاصلے پر واقع ہے۔ (۷۲) برید بارہ میل کا ہوتا ہے، خیبر سے واپسی کے سفر میں سدّ صہباء کے مقام پر رسول اکرم ﷺ نے نومنکوحہ ام المومنین حضرت صفیہؓ بنت حی کے ساتھ تین راتیں گزاریں۔ یوں واپسی کا یہ سفر کوئی چھ دنوں میں مکمل ہوا ہوگا۔ غزوہ ذی قرد کے توفیقی مباحث میں بیان کیا جا چکا ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی مراجعت ۷ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۷ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری کو ہوئی اور اس کے تین دن بعد بمطابق روایت حضرت سلمہؓ بن اکوع غزوہ خیبر کے لئے روانگی ہو گئی۔ اس روانگی میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا تھا کہ خیبر کے یہودیوں کو آپ ﷺ کی اس پیش قدمی کا علم نہ

ہو سکے چنانچہ جب آپ ﷺ خیبر کے علاقے میں پہنچے تو وہاں کے یہودی باشندے اپنی کھیتی باڑی کے اوزار اور سامان لے کر اپنے روزمرہ کے مشاغل کے لئے باہر نکلے تھے کہ انہیں مسلمانوں کی آمد کا اچانک علم ہوا اور وہ شہر کی طرف چیختے ہوئے واپس بھاگے، اس امر کو بھی ملحوظ رکھا گیا تھا کہ خیبر کے لئے ایسا راستہ اختیار کیا جائے جس سے بنوغطفان کا خیبر کے یہودیوں سے آملنے کا راستہ منقطع ہو جائے، یہ امر بھی ملحوظ رکھا گیا کہ مدینہ کے منافقین خیبر کے یہودیوں کو مسلمانوں کی نقل وحرکت سے باخبر نہ کرنے پائیں، اس لئے روانگی کے اس سفر میں معمول سے زیادہ عجلت سے کام لیا گیا ہوگا، یوں آپ ﷺ مدینہ منورہ سے ۱۰/۱۱ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی کو چلے ہوں تو خیبر کے علاقے میں ۱۳/۱۴ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی کو پہنچے ہوں گے۔ غزوہ وادی القریٰ سے پہلے غزوہ خیبر سے آپ ﷺ کی فراغت اواخر محرم قمریہ شمسی میں ۲۵/۲۶ محرم قمریہ شمسی کو ہوسکتی ہے۔ یوں غزوہ خیبر کی مجموعی مدت کوئی چودہ دن بنتی ہے، بالفاظ دیگر خیبر کے سب قلعوں کے محاصرے کی مجموعی مدت دس روز سے کچھ زائد ہوئی، چنانچہ ابن حبیب بغدادی نے غزوہ خیبر کی یہی مدت بیان کی ہے۔ (۷۳)

اہل سیر و مغازی چونکہ محرم ۷ ہجری (قمریہ شمسی) کے بعد نسئی والے محرم (کبیسہ) سے دو تقویمی التباس کی بنا پر بے خبر رہے، لہذا انہوں نے ان دونوں مہینوں کو ایک ہی مہینہ شمار کیا۔ غزوہ ذات الرقاع سے رسول اکرم ﷺ کی مراجعت صفر ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۷ ہجری قمری میں ہوئی لیکن سیرت نگاروں نے غزوہ ذات الرقاع کی توقیت کو کئی سال مقدم رکھتے ہوئے یہ سمجھ لیا کہ یہ مراجعت غزوہ خیبر سے ہوئی تھی اس طرح محرم اور صفر (دومہینوں) کو انہوں نے غزوہ خیبر کے لئے مخصوص کر دیا۔ اسی لئے بعض سیرت نگاروں کو یہ خیال ہوا کہ خیبر کے لئے مدینہ سے روانگی اواخر محرم ۷ ہجری (قمریہ شمسی) میں ہوئی تھی، چنانچہ ابن کثیرؒ نے الفصول فی سیرۃ الرسول میں یہی لکھا ہے۔ (۷۴) ساتھ ہی ان سیرت نگاروں نے یہ سمجھ لیا کہ خیبر کے قلعوں کے محاصرے کی مدت کوئی ایک ماہ سے بھی زائد عرصے پر محیط ہے۔ مثلاً بقول واقدی خیبر کے منطقہ کتیبہ کے قلعوں قموص، وطیح اور سلالم کا شدید محاصرہ چودہ دن تک جاری رہا یہاں تک کہ رسول اکرم ﷺ نے منجنیق نصب کرنے اور یہودیوں پر سنگ باری کرنے کا فیصلہ فرمایا تو یہودیوں کو اپنی تباہی اور ہلاکت کا یقین ہو گیا، اس پر انہوں نے مصالحت پر گفتگو کے لئے آمادگی ظاہر کی۔ (۷۵) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ منجنیق کو نصب کرنے میں تاخیر سے محاصرے کی مدت کو خواہ مخواہ اتنا طول دینے کی آخر ضرورت ہی کیا تھی؟ غور کرنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ بعض اوقات غزوات وسرایا اور دیگر حوادث کی توقیت کے سلسلے میں اصل حقائق تک اہل سیر کی رسائی نہ ہوسکی ہو تو وہ محض اپنے تخیل سے

ہی مدت کومختصر یا طویل کر دیتے ہیں بلکہ غزوات وسرایا کی زمنی ترتیب تک کو بدل ڈالتے ہیں۔مثلاً علامہ ابن کثیرؒ نے موسیٰ بن عقبہ کا قول نقل کیا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر رسول اکرم ﷺ کوئی بیس روز تک مدینے میں مقیم رہے پھرغزوہ خیبر کے لئے روانہ ہوئے ،ابن اسحٰق کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حدیبیہ سے واپسی پر آپ ﷺ ذی الحجہ اورمحرم کے کچھ دنوں تک مدینہ میں مقیم رہے پھر بقیہ محرم میں خیبر کے لئے روانہ ہوئے۔(۷۶) حالانکہ اصل ناقابل تردید حقیقت یہ ہے کہ حدیبیہ سے واپسی کے بعد پانچ ماہ تک رسول اکرم ﷺ مدینے میں مقیم رہے اور چھٹے مہینے میں خیبر کے لئے روانہ ہوئے ،جیسا کہ ہم ملوک وسلاطین کو لکھے گئے دعوتی خطوط کی توقیتی بحث کے تحت بخوبی واضح کر چکے ہیں۔اسی طرح سال ۹ ہجری میں حج ابی بکرصدیقؓ کے متعلق مثلاً ابن اسحٰق کا قول ہے کہ رسول اکرم ﷺ غزوہ تبوک سے رمضان ۹ ہجری میں واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے رمضان کے باقی ایام ،شوال اور ذی قعدہ کے مہینوں میں مدینے میں قیام فرمایا۔ پھر حضرت ابوبکرصدیقؓ کو حج پر امیر مقرر فرما کر روانہ فرمایا۔(۷۷) ابن اسحٰق کا مذکورہ قول خلاف حقیقت ہے۔ہم سال ۹ ہجری (قمریہ شمسی) کے حوادث میں انشاء اللہ العزیز ناقابل تردید دلائل سے ثابت کریں گے کہ حج ابی بکرصدیقؓ پہلے ہوا تھا اورغزوہ تبوک بعد میں ہوا۔سیرت نگاروں کے تسامح کی وجہ یہ ہے کہ حج ابی بکرصدیقؓ ذی الحجہ ۹ ہجری قمری میں ہوا تھا جبکہ غزوہ تبوک کے رجب سے رمضان تک کے مہینے قمری تقویم کے نہیں بلکہ قمریہ شمسی تقویم کے مہینے ہیں،جنہیں غلطی سے قمری تقویم کے مہینے خیال کرتے ہوئے غزوہ تبوک کو ناحق مقدم اور حج ابی بکرصدیقؓ کو کئی ماہ مؤخر کر دیا گیا۔ کچھ یہی حال متاخرین سیرت نگاروں کا بھی ہے۔مثلاً مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری تحریر فرماتے ہیں ''جس مہینے رجیع کا حادثہ پیش آیا ٹھیک اسی مہینے بئر معونہ کا المیہ بھی پیش آیا۔(۷۸) حالانکہ جیسا کہ ہم سال ۳ اور ۴ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات کے توقیتی مباحث میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں، رجیع کا حادثہ صفر ۴ ہجری قمری میں پیش آیا تھا،جس کے بالمقابل قمریہ شمسی تقویم کا مہینہ ذی قعدہ ۳ ہجری قمریہ شمسی تھا۔حادثہ بئر معونہ صفر ۴ ہجری قمریہ شمسی میں پیش آیا تھا جس کے بالمقابل قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۴ ہجری تھا۔ یوں ان دونوں حوادث میں کوئی چار ماہ کا فرق ہے۔بعض اوقات راوی حضرات کسی خاص واقعے پر صرف ہونے والی مجموعی مدت کو اس واقعے کے کسی ایک آدھ حصے اور جزئیے سے منسلک کر دیتے ہیں۔مثلاً رسول اکرم ﷺ نے شب جمعہ ۲ ربیع الاول ۱ ہجری (قمریہ شمسی) سے مدینہ کی جانب ہجرت کا آغاز فرمایا اور ۱۲ ربیع الاول ۱ ہجری (قمریہ شمسی) بروز سوموار آپ ﷺ قباء میں پہنچ گئے،قباء میں چار روز قیام کے بعد ۱۶ ربیع

الاول ا ہجری (قمریہ شمسی) بروز جمعتہ المبارک مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے، یعنی قباء میں قیام ۱۵ ربیع الاول ا ہجری (قمریہ شمسی) بروز جمعرات تک رہا، ۲ ربیع الاول سے ۱۵ ربیع الاول تک مدت چودہ دن بنتی ہے لیکن صحیح بخاری میں موجود حضرت انسؓ کی روایت میں اس پوری مدت کو قباء میں قیام کی مدت قرار دیا گیا ہے یعنی قباء میں قیام چودہ دن رہا۔ (۷۹) یہاں یہ یادر ہے کہ قمری اور قمریہ شمسی تقاویم میں سورج غروب ہونے کے بعد اگلا دن اور اگلی تاریخ شروع ہو جاتی ہے جبکہ شمسی تقویم میں ایسا نہیں ہوتا اور دور حاضر کی بین الاقوامی سطح پر مسلّم گریگورین عیسوی شمسی تقویم میں اگلے دن اور اگلی تاریخ کا آغاز رات بارہ بجے کے بعد ہوتا ہے۔ یکم ربیع الاول ا ہجری (قمریہ شمسی) کو جمعرات کا دن تھا، سورج غروب ہونے کے بعد شب جمعہ کو تاریخ ۲ ربیع الاول شروع ہو چکی تھی۔ رسول اکرم ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ غار ثور میں ۲، ۳، ۴ ربیع الاول (قمریہ شمسی) کے ساتھ ۵ ربیع الاول (قمریہ شمسی) کی رات کو بھی قیام پذیر رہے، پھر سورج نکلنے کے بعد دن کے وقت ۵ ربیع الاول ا ہجری (قمریہ شمسی) بروز سوموار آگے روانہ ہوئے، یعنی غار ثور میں قیام ساڑھے تین یوم کا ہے، کسر کو نظر انداز کر کے اسے تین یوم کا قیام قرار دیا جاتا ہے۔

حضرت انسؓ نے غزوہ حنین کے بعد غزوہ طائف میں محاصرے کی مدت چالیس دن بیان فرمائی ہے۔ (۸۰) جبکہ ابن اسحٰق نے یہ مدت بیس دن، واقدی نے سترہ دن، عروہ بن زبیر اور موسیٰ بن عقبہ نے دس دن سے کچھ زائد بیان کی ہے۔ (۸۱) ابن اسحٰق کی دوسری روایت کے مطابق یہ مدت تیس دن ہے۔ (۸۲) یہاں کم سے کم مدت دس دن اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن بتائی گئی ہے۔ یہاں بھی حضرت انسؓ نے غزوہ حنین کی ابتدائی تاریخ ۶ شوال ۸ ہجری (قمریہ شمسی) سے اختتام محاصرہ طائف تک کی مجموعی مدت بیان فرمادی ہے اور اسے محاصرے کی مدت قرار دے دیا ہے، ورنہ طائف کے محاصرے کی مدت میں اتنا تفاوت نا قابلِ فہم ہے۔ غزوہ خیبر میں یہودی قلعوں کے محاصرے کی مدت بیان کرنے میں بھی یہی ہوا ہے۔ غزوہ ذی قرد، غزوہ خیبر، غزوہ وادی القریٰ، سریہ حسمیٰ اور غزوہ ذات الرقاع سب یکے بعد دیگرے پیش آئے۔ سیرت نگاروں اور محدثین کرام کی بیان کردہ توقیت اور زمنی ترتیب کو مذکورہ حوادث اور واقعات سے منسلک کیا جائے تو یہ مانے بغیر چارہ نہیں کہ خیبر میں یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کم وبیش ایک ہی وقت میں ہوا اور جنگی حکمت عملی کا تقاضا بھی یہی تھا، لیکن اکثر سیرت نگاروں نے ہر قلعے کے محاصرے کو الگ الگ شمار کرتے ہوئے محاصرے کی مجموعی مدت کو بڑھا دیا، ابن حبیب نے غزوہ خیبر کے محاصروں کی مجموعی مدت جو دس دن سے کچھ زائد بیان کی ہے، یہی قرین فہم ہے۔

الغرض نہ تو مدینہ منورہ سے خیبر کے لئے روانگی اواخر محرم (قمریہ شمسی) میں ہوئی تھی اور نہ ہی خیبر کے قلعوں کے محاصرے میں ایک ماہ یا اس سے زائد مدت صرف ہوئی۔ غزوہ خیبر کے لئے روانگی ۱۰/۱۱ محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰/۱۱ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۴/۱۵ ستمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز بدھ/ جمعرات ہوئی اور اواخر محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین اس غزوے سے فراغت کے بعد متصلاً غزوہ وادی القریٰ ہوا، جس سے فراغت اوائل محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی اور آپ ﷺ مدینہ منورہ میں اسی مہینے کے پہلے ہفتے کے آخر میں پہنچے۔ انہی دنوں حضرت زیدؓ بن حارثہ کا سریہ بجانب حسمیٰ روانہ کیا گیا، اور اسی مہینے کی دس تاریخ کو یعنی ۱۰ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخری، ۷ ہجری قمری بمطابق ۱۵/ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین (بلحاظ مدنی روئیتِ ہلال) بروز ہفتہ غزوہ ذات الرقاع کے لئے روانگی ہوئی۔ غزوۂ ذات الرقاع بدو جنگجو قبائل کے خلاف تھا، یہ چھاپہ مار جنگ لڑتے تھے۔ ان کے خلاف جنگ کے لئے دشوار گذر پہاڑی راستے کو عبور کرنا مسلمانوں کے لئے خاصا مشکل ثابت ہوا تھا، بروایت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پیدل چلنے سے لوگوں کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے۔ صحابہ کرامؓ اپنے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹے رہتے تھے، اسی لئے اسے غزوہ ذات الرقاع (چیتھڑوں والا) غزوہ کہا جاتا ہے، اس غزوے سے مدینہ کو مراجعت میں تاخیر قابلِ فہم ہے ممکن ہے یہ مراجعت اواخر محرم (کبیسہ) اوائل صفر ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر جمادی الاخریٰ / اوائل رجب ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل نومبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی ہو، جسے عرب معاشرے میں دورِ جاہلیت سے دو تقویمی نظام کو نظر انداز کرنے یا کما حقہ نہ سمجھنے کی وجہ سے اہل سیر و مغازی نے غلطی سے غزوہ خیبر سے مراجعت سمجھ لیا، اور سریہ حسمیٰ و غزوہ ذات الرقاع کی صحیح توقیت میں تسامح کا شکار ہوئے۔ چونکہ سیرت نگاروں نے محرم کبیسہ ۷ ہجری کو صفر سمجھ لیا اور صفر کو ربیع الاول قرار دیا اس لئے انہوں نے غزوہ خیبر سے مراجعت اواخر صفر / اوائل ربیع الاول کی بیان کردی واقعات کی زمنی ترتیب سے بھی ہمارے مذکورہ بالا موقف کی بخوبی تائید ہوتی ہے چنانچہ غزوہ ذات الرقاع سے اواخر محرم کبیسہ / اوائل صفر ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر جمادی الاخریٰ / اوائل رجب ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل نومبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں مراجعت کے جلد بعد سریہ عمر بن خطاب (مہم تربہ) کا واقعہ ربیع الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں پیش آیا۔

۵۔ حضرت صفیہؓ بنت حی سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح:

۶۔ سریہ ابانؓ بن سعید:

یہ دونوں واقعات غزوہ خیبر کے دنوں کے ہیں۔ (۸۳) لہٰذا تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ بھی وہی ہے جو غزوہ خیبر کا ہے تاہم یہاں اسے مکرر پیش کیا جاتا ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ ستمبر ۶۲۸ء	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ ستمبر	۱۹:۲۰

مذکورہ بالا جدول سے واضح ہے کہ یہ دونوں واقعات محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر/اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کے ہیں۔

۷۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کی حبشہ سے مدینے میں آمد:

بقول ابن جریر طبری جب ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ حبشہ سے مدینہ پہنچی تھیں تو رسول اکرم ﷺ ان دنوں خیبر میں تھے۔ (۸۴) یوں آپ کی مدینہ میں آمد محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی یا اوائل محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ/اوائل جمادی لاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر/اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی۔ تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصے یوں ہیں:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ ستمبر ۶۲۸ء	سوموار	یکم محرم ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	۳ ستمبر	۱۹:۲۰
۱۵ اکتوبر	بدھ	یکم محرم (کبیسہ)	یکم جمادی الاخریٰ	۱۳ اکتوبر	۰۸:۳۶

۸۔ غزوہ وادی القریٰ:

جیسا کہ غزوہ خیبر کے توقیتی مباحث میں بیان ہو چکا ہے، رسول اکرم ﷺ غزوہ خیبر سے فراغت کے بعد اواخر محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں وادی القریٰ تشریف لے گئے تھے۔ بقول واقدی غزوہ وادی القریٰ جمادی لاخریٰ ۷ ہجری کا واقعہ ہے۔ (۸۵) زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ جمادی الاخریٰ قمری تقویم کا ہے، پس

غزوہ وادی القریٰ سے فراغت اوائل محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی۔ تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصے وہی ہیں جو اوپر نمبر شمار سات میں حضرت ام حبیبہؓ کی حبشہ سے مدینہ آمد کے عنوان کے تحت پیش کئے جا چکے ہیں۔

۹۔ تیماء کے یہودیوں کی اطاعت:

اس کا زمانہ وہی ہے جو غزوہ وادی القریٰ کا ہے لہذا تقابلی تقویمی جدول کا حصہ حسبِ سابق ہے۔

۱۰۔ سریہ حِسمیٰ:

۱۱۔ غزوہ ذات الرقاع:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یہ ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۵ اکتوبر ۶۲۸ء	بدھ	یکم محرم الثانی (کبیسہ) ۷ھ	یکم جمادی الاخریٰ ۷ھ	۱۳ اکتوبر	۸:۳۶

مذکورہ بالا دونوں واقعات کی توقیت میں اہل سیر و مغازی کے تسامح کو غزوہ خیبر کی توقیت میں زیر بحث لایا جا چکا ہے۔ سریہ حسمیٰ محرم (کبیسہ) قمریہ شمسی ۷ ہجری بمطابق جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمری بمطابق اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کا ہے اور غزوہ ذات الرقاع کے لئے اسی مہینے کی دس تاریخ کو روانگی ہوئی تھی۔ مدنی رویئت ہلال کے مطابق یکم محرم (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی کو دن جمعرات اور عیسوی جیولین تاریخ ۱۶ اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین تھی لہذا یہ غزوہ ۱۰ محرم الثانی (کبیسہ) ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری بمطابق ۱۱۵ کتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین بروز ہفتہ کا ہے۔ یہ اس کی تاریخ روانگی ہے۔ مراجعت اواخر محرم کبیسہ/صفر ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر جمادی الاخریٰ/رجب ۷ ہجری قمری بمطابق اوائل نومبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں ہوئی۔

۱۲۔ سریہ عمرؓ بن خطاب (مہم تربہ):

۱۳۔ سریہ ابوبکر صدیقؓ (مہم فزارہ):

۱۴۔ سریہ بشیرؓ بن سعد انصاری (مہم اطراف فدک):

ان تینوں سرایا کے لئے تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۴ دسمبر ۶۲۸ء	اتوار	یکم ربیع الاول ۷ ہجری	یکم شعبان ۷ ہجری	یکم دسمبر	19:31

ابن سعد اور واقدی نے مذکورہ تینوں سرایا کا مہینہ شعبان ۷ ہجری بیان کیا ہے۔ (۸۶) زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ توقیت خالص قمری تقویم کی ہے پس یہ سرایا ربیع الاول ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شعبان ۷ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۸ عیسوی جیولین کے واقعات ہیں۔

۱۵۔ سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی (مہم میفعہ):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲ جنوری ۶۲۹ء	سوموار	یکم ربیع الثانی ۷ ہجری	یکم رمضان ۷ ہجری	۳۱ دسمبر ۶۲۸ء	15:00

ابن سعد اور واقدی نے اس کا مہینہ رمضان ۷ ہجری بیان کیا ہے (۸۷) زمنی ترتیب کے لحاظ سے یہ قمری تقویم ہے، پس یہ سریہ ربیع الثانی ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رمضان ۷ ہجری قمری بمطابق جنوری ۶۲۹ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔

۱۶۔ سریہ بشیرؓ بن سعد انصاری (مہم یمین و جبار):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
یکم فروری ۶۲۹ء	بدھ	یکم جمادی الاولیٰ ۷ ہجری	یکم شوال ۷ ہجری	۳۰ جنوری	09:47

بقول ابن سعد اور واقدی یہ سریہ شوال ۷ ہجری کا ہے (۸۸) زمنی ترتیب سے واضح ہے کہ یہ توقیت قمری تقویم میں ہوئی ہے، پس یہ سریہ جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق شوال ۷ ہجری قمری بمطابق فروری ۶۲۹ عیسوی جیولین میں ہوا۔

۱۷۔ عمرۃ القضاء:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳ مارچ ۶۲۹ء	جمعہ	یکم جمادی الاخریٰ ۷ ہجری	یکم ذی قعدہ ۷ ہجری	یکم مارچ	۰۲:۲۹

سیرت نگاروں مثلاً ابن سعد نے اسے ذی قعدہ ۷ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے۔(۸۹) زمنی ترتیب کے لحاظ سے یہ ذی قعدہ قمری تقویم کا ہے۔ پس عمرۃ القضاء جمادی الاخریٰ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی قعدہ ۷ ہجری قمری بمطابق مارچ ۶۲۹ عیسوی جیولین میں ہوا۔

۱۸۔ حضرت میمونہؓ سے رسولِ اکرم ﷺ کا نکاح:

یہ نکاح عمرۃ القضاء کے سفر میں ہوا تھا۔(۹۰) اسکی توقیت اور تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ حسبِ سابق ہے۔

۱۹۔ سریہ اخرمؓ بن ابی العوجاء:

تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
یکم اپریل ۶۲۹ء	ہفتہ	یکم رجب ۷ ہجری	یکم ذی الحجہ ۷ ہجری	۳۰ مارچ	۱۶:۱۴

ابن سعد اور واقدی کے نزدیک یہ سریہ ذی الحجہ ۷ ہجری کا ہے۔(۹۱) زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ ذی الحجہ قمری تقویم کا ہے، پس یہ سریہ رجب ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۷ ہجری قمری بمطابق اپریل ۶۲۹ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۰۔ اسلام خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص وعثمانؓ بن طلحہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۳۰ مئی ۶۲۹ء	منگل	یکم رمضان ۷ ہجری	یکم صفر ۸ ہجری	۲۸ مئی	۱۱:۱۸

واقدی کی روایت کے مطابق خالد بن ولید کے بھائی ولیدؓ بن ولید عمرۃ القضاء میں شریک تھے اور خالد اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، اپنے بھائی ولید کی ترغیب پر قبول اسلام کا مزید شوق پیدا ہوا جسے قبول کرنے کا وہ پہلے ہی ارادہ کر چکے تھے چنانچہ انہوں نے یکم صفر ۸ ہجری (قمری) کو اسلام قبول کیا۔ (۹۲)

رمضان ۶ ہجری قمریہ شمسی بمطابق محرم ۷ ہجری قمری بمطابق مئی رجون ۶۲۸ عیسوی جیولین میں حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری رسول اکرم ﷺ کا نجاشی شاہ حبشہ کے نام نامہ مبارک لے کر روانہ ہوئے تھے، اسی زمانے میں عمرو بن العاص اپنے زمانۂ کفر میں چند ساتھیوں کے ہمراہ حبشہ پہنچے، ساتھیوں کو ایک مقام پر الگ چھوڑ کر خود نجاشی کے پاس جا کر اسے کچھ تحائف پیش کئے، پھر یہ درخواست کی کہ عمروؓ بن امیہ الضمری کو میرے حوالے کر دیجئے، کیونکہ وہ ہمارا دشمن ہے اور اس نے ہمارے کئی شرفا اور نیک لوگوں کو قتل کیا ہے، اس پر نجاشی سخت غضبناک ہوا جس پر عمرو بن العاص نے معذرت کی، دوران گفتگو نجاشی نے عمرو بن العاص کو اسلام قبول کرنے اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کرنے کا صائب مشورہ دیا۔ نجاشی کی نصیحت اور اسلام پر اس کی استقامت نے عمرو بن العاص پر گہرا اثر کیا اور نجاشی کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا، لیکن انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کو اپنے ساتھیوں سے مخفی رکھا۔ حبشہ بلادِ یمن کی جانب مدینے سے طویل مسافت پر واقع ہے، اس لئے وہاں سے عمرو بن العاص کی واپسی دیر سے ہوئی۔ حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ نے نجاشی کو یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ حبشہ میں موجود حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح مجھ سے کر دیا جائے۔ نیز حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بھی حبشہ سے یہاں بھیج دیا جائے۔ حضرت ام حبیبہؓ مدینہ منورہ میں اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خیبر میں غزوہ خیبر کے ایام یعنی محرم ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۷ ہجری قمری بمطابق ستمبر، اکتوبر ۶۲۸ عیسوی جیولین میں پہنچے تھے۔ حضرت عمروؓ بن العاص اس کے بھی کوئی سات ماہ بعد مدینے پہنچے۔ حبشہ سے واپسی پر جب انہوں نے اسلام قبول کرنے کے لئے مدینے کا سفر کیا تو راستے میں خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہوئی وہ بھی اسی مقصد کے لئے مدینہ جا رہے تھے۔ تینوں نے مدینہ پہنچ کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور اکٹھے اسلام قبول کیا۔ واقدی نے اس کی تاریخ یکم صفر ۸ ہجری بیان کی ہے۔ (۹۳) واقعات کے سیاق وسباق میں یہ قمری تقویم کی تاریخ ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا مذکورہ بالا حصہ اسی کے مطابق ہے۔ پس ان تینوں حضرات نے یکم رمضان ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم صفر ۸ ہجری قمری بمطابق ۳۰ مئی ۶۲۹ عیسوی جیولین بروز منگل اسلام قبول کیا۔

۲۱۔ سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی (مہم کدید):

۲۲۔ سریہ غالب بن عبداللہ اللّیثی (مہم بنی مرّہ):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۳۰ مئی ۶۲۹ء	منگل	یکم رمضان ۷ ہجری	یکم صفر ۸ ہجری	۲۸ مئی	۱۱:۱۸

شاابن سعد اور واقدی نے مذکورہ دونوں سرایا کا مہینہ صفر ۸ ہجری بیان کیا ہے۔ (۹۴) زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ توقیت قمری تقویم کی ہے۔ پس یہ دونوں سرایا رمضان ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق صفر ۸ ہجری قمری بمطابق جون ۶۲۹ عیسوی جیولین کے ہیں۔

۲۳۔ سریہ شجاع بن وھب الاسدی (مہم سیّ):

۲۴۔ سریہ کعبؓ بن عمیر الغفاری (مہم ذاتِ الطلاح):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۸ جون ۶۲۹ء	بدھ	یکم شوال ۷ ہجری	یکم ربیع الاول ۸ ہجری	۲۶ جون	۱۸:۰۰

ابن سعد نے ان سرایا کا مہینہ ربیع الاول ۸ ہجری لکھا ہے (۹۵)۔ زمنی ترتیب سے واضح ہے کہ یہ توقیت قمری تقویم میں ہوئی ہے، پس یہ دونوں سرایا شوال ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع الاول ۸ ہجری قمری بمطابق اواخر جون/جولائی ۶۲۹ عیسوی جیولین کے ہیں۔

۲۵۔ سریہ مُوتہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۶ اگست ۶۲۹ء	ہفتہ	یکم ذی الحجہ ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۸ ہجری	۲۴ اگست	۰۹:۱۶

سیرت نگاروں نے اس سریے کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری لکھا ہے (۹۶) علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں و کان فی حرّ شدید یعنی یہ سریہ شدید گرمی ہوا تھا۔(۹۷) مذکورہ بالا جدول سے اس کی بخوبی تائید ہورہی ہے اور ثابت ہورہا ہے کہ یہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری خالص قمری تقویم کا ہے۔اس سے مذکورہ بالا سابق سرایا کی توقیت کا بھی مزید علم ہوگیا کہ سیرت نگاروں نے ان کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں نہیں بلکہ قمری تقویم میں کی ہے۔قمریہ شمسی جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کے مہینے ہمیشہ موسم سرما میں آیا کرتے تھے جیسا کہ ''جمادیٰ'' کے مادے ''جمد'' سے بھی واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری کو اگر قمریہ شمسی تقویم کا لیا جائے تو تقابلی جدول برائے سال ۸ ہجری قمریہ شمسی کا متعلقہ حصہ یوں ہوگا:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۱ جنوری ۶۳۰ء	اتوار	یکم جمادی الاولیٰ ۸ ہجری	یکم شوال ۸ ہجری	۱۹ جنوری	09:16

۲۶۔حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کی دوبارہ رخصتی:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ وہی ہے جو سریہ موتہ کا ہے قارئین کرام کی سہولت کے پیش نظر یہاں اسے دوبارہ لایا جارہا ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۶ اگست ۶۲۹ء	ہفتہ	یکم ذی الحجہ ۷ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۸ ہجری	۲۴ اگست	09:16

واقدی کے نزدیک حضرت زینبؓ کو رسول اکرم ﷺ نے ان کے خاوند حضرت ابوالعاص پر ذی الحجہ ۷ ہجری میں لوٹایا تھا۔(۹۸) یہ ذی الحجہ ۷ ہجری یقیناً قمریہ شمسی ہے، کیونکہ اکثر سیرت نگاروں نے ان کے اسلام کا سال ۸ ہجری بیان کیا ہے۔(۹۹) مذکورہ بالا جدول سے واضح ہے کہ ذی الحجہ ۷ ہجری قمریہ شمسی کے بالمقابل قمری مہینہ جمادی الاولیٰ ۸ ہجری ہے، اس لئے حضرت ابوالعاصؓ اسی ذی الحجہ ۷ ہجری قمریہ شمسی میں یا اس سے پہلے ذی قعدہ ۷ ہجری قمریہ شمسی میں مدینے پہنچے ہوں گے۔ذی قعدہ ۷ ہجری قمریہ شمسی کے بالمقابل قمری تقویم کا مہینہ ربیع الثانی ۸ ہجری تھا تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۸ جولائی ۶۲۹ء	جمعہ	یکم ذی قعدہ ۷ ہجری	یکم ربیع الثانی ۸ ہجری	۲۶ جولائی	01:18

الغرض حضرت ابولعاصؓ مدینہ منورہ میں ذی قعدہ/ذی الحجہ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ربیع

الاول/ربیع الثانی ۸ ہجری قمری بمطابق اواخر جولائی تا اواخر ستمبر ۶۲۹ عیسوی جیولین میں پہنچے تو حضرت زینبؓ کو ان پر ذی الحجہ ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولی ۸ ہجری قمری بمطابق اواخر اگست ۶۲۹ عیسوی جیولین/ستمبر ۶۲۹ عیسوی جیولین میں لوٹایا گیا، اگر ربیع الثانی ۸ ہجری کو قمریہ شمسی تقویم کا لیا جائے تو اسکے بالمقابل قمری تقویم کا مہینہ رمضان ۸ ہجری ہوگا۔ چونکہ فتح مکہ کا رمضان ۸ ہجری قمریہ شمسی تھا قمری نہیں تھا، اس لئے دوتقویمی التباس کی بنا پر بعض حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت ابوالعاصؓ نے فتح مکہ سے کچھ ہی پہلے اسلام قبول کیا تھا، تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۲ دسمبر ۶۲۹ء	جمعہ	یکم ربیع الثانی ۸ ہجری	یکم رمضان ۸ ہجری	۲۰ دسمبر	۱۴:۳۹

مذکورہ بالا غلط فہمی کی بنا پر بعض سیرت نگاروں مثلاً مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے اس اشکال کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر حضرت ابوالعاصؓ اواخر ۸ ہجری میں فتح مکہ سے کچھ پہلے مسلمان ہوئے ہوں اور حضرت زینبؓ کا انتقال اوائل ۸ ہجری میں ہوا ہو تو اس صورت میں حضرت ابوالعاصؓ کے اسلام لانے اور ہجرت کر کے مدینہ پہنچنے کے وقت حضرت زینبؓ زندہ ہی کہاں تھیں کہ انہیں نکاح جدید یا نکاح قدیم کی بنیاد پر ابولعاصؓ کے حوالے کیا جاتا؟ (۱۰۰) ہمارے خیال میں اکثر سیرت نگاروں نے حضرت زینبؓ کے انتقال کے سال ۸ ہجری کے ساتھ ''اوائل'' کی قید نہیں لگائی تاہم ایسا بھی ہو تو اسے قمریہ شمسی تقویم کا اوائل ۸ ہجری قرار دینا ہوگا۔ تقابلی تقویمی جدول کے متعلقہ حصے یوں ہیں:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۴ ستمبر ۶۲۹ء	اتوار	یکم محرم ۸ ہجری	یکم جمادی الاخری ۸ ہجری	۲۲ ستمبر	۱۹:۰۴
۲۴ اکتوبر	منگل	یکم صفر	یکم رجب	۲۲ اکتوبر	۰۷:۰۸
۲۳ نومبر	جمعرات	یکم ربیع الاول	یکم شعبان	۲۰ نومبر	۲۱:۴۲
۲۲ دسمبر	جمعہ	یکم ربیع الثانی	یکم رمضان	۲۰ دسمبر	۱۴:۳۹

مذکورہ بالا تقابلی جدول سے واضح ہے کہ قمریہ شمسی سال ۸ ہجری کے ابتدائی چار مہینے خالص قمری تقویم کے رمضان ۸ ہجری پر ختم ہوتے ہیں، یوں اوائل سال ۸ ہجری اور اواخر سال ۸ ہجری کا تعارض حقیقی نہیں بلکہ یہ محض دوتقویمی التباس ہے، لہٰذا اشکال کالعدم ہے یعنی حضرت زینبؓ کے نکاح قدیم یا جدید پر لوٹائے جانے کی بحث سے مولانا کا مذکورہ استدلال سراسر غیر متعلق ہے۔ تاہم اس اشکال کا کہ

حضرت زینبؓ کو نکاح قدیم پر کیوں لوٹایا گیا، ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ ایک روایت کے مطابق حضرت زینبؓ کو نکاحِ جدید اور مہر جدید پر حضرت ابوالعاصؓ پر لوٹایا گیا تھا لیکن محدثین کی تصریح کے مطابق یہ روایت ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بعض اہل علم کے نزدیک اگر کوئی مسلمان خاتون دارالحرب سے ہجرت کر کے دارالاسلام میں آئے تو عدّت ختم ہونے پر اسے اختیار ہوگا کہ وہ کسی اور سے نکاح کر لے یا اپنے پہلے خاوند کا انتظار کرے۔ اگر اسکا پہلا خاوند مسلمان ہو کر دارالحرب سے دارالاسلام میں آجائے تو پہلا نکاح ہی بحال رہے گا، فسخ نہ ہوگا۔ (۱۰۱) مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے تحریر فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو پہلے نکاح پر ہی حضرت ابوالعاصؓ پر اس لئے لوٹایا تھا کہ اس وقت تک کفار پر مسلمان عورتوں کے حرام کئے جانے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ (۱۰۲) اس جواب پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ سریہ عیص میں گرفتار ہونے پر جب ابوالعاص کو مدینے میں حضرت زینبؓ نے پناہ دی تھی تو تاریخی روایات کے مطابق رسول اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینبؓ سے فرمایا تھا **اکرمی مثواہ ولا یخلصنّ الیک فانک لا تحلین لہ۔** (۱۰۳)''ان کی خاطر داری کرو اور ازدواجی تعلق سے پرہیز کرو کیونکہ تم اس کے لئے حلال نہیں ہو''۔ سریہ عیص جمادی الاولیٰ ۶ ہجری (قمری) کا واقعہ ہے اس وقت تک مسلمان عورتوں کے کفار مردوں پر حرام ہونے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے تو حضرت زینبؓ کا ابولعاص کے لئے حلال نہ ہونا کیا معنیٰ رکھتا ہے؟۔ غالبًا اسی لئے بعض حضرات مثلاً قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے موسیٰ بن عقبہ کے قول کو ترجیح دی ہے کہ ابوالعاص کی گرفتاری کا واقعہ ابوبصیرؓ اور ان کے رفقاء کے ہاتھوں صلحنامہ حدیبیہ کے بعد ۷ ہجری میں پیش آیا تھا۔ (۱۰۴) چونکہ اس وقت مسلمان عورتوں کے کفار پر حرام ہونے کے احکام نازل ہو چکے تھے، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ کو ازدواجی تعلق سے منع فرمایا تھا لیکن اس کے باوجود یہ اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے کہ بعد میں حضرت زینبؓ کو پرانے نکاح پر ہی کیوں رخصت کیا گیا؟ لہٰذا سطور بالا میں مذکور دوسرا جواب ہی درست سمجھا جانا چاہئے ورنہ نکاح جدید والی روایت کو اس کے ضعیف ہونے کے باوجود قبول کرنا ہوگا، کیونکہ ائمہ مجتہدین کے اختلافی اجتہادی مسائل کی صحت یقینی قطعی نہیں بلکہ ظنی ہوتی ہے۔

واقدی کے بقول حضرت ابوالعاصؓ نے ۶ ہجری میں اسلام قبول کرلیا تھا، مگر ابن کثیرؒ نے اس سے اس بنا پر اختلاف کیا ہے کہ اکثر اہل سیر و مغازی کے نزدیک ان کے قبولِ اسلام کا سال ۸ ہجری ہے۔ (۱۰۴) لیکن سریہ عیص کے حالات پر نظر ڈالی جائے تو واقدی کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ سریہ جمادی

لاولیٰ ٦ ہجری (قمری) کا ہے۔ابوالعاص مدینے سے مکہ پہنچے تو تاریخی روایات کے مطابق انہوں نے اہل مکہ کوان کی امانتیں اور اموال سپرد کرنے کے بعد علی الاعلان اسلام قبول کیا۔ان روایات کے پیش نظر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اہل مکہ کوان کے اموال سپرد کرنے میں کیا اتنا عرصہ درکار تھا کہ ابوالعاص کو ۸ ہجری میں اسلام قبول کرنا پڑا؟ انہوں نے اسلام تو سال ٦ ہجری ہی میں قبول کیا ہوگا لیکن کسی وجہ سے انہیں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے میں تاخیر ہوگئی اور جو شخص ضعیف العمر، بیمار یا معذور نہ ہوتو ہجرت کے بغیر ایسے غیر معذور لوگوں کا اسلام قبول کرنا اہلِ مدینہ کے نزدیک معتبر نہیں تھا۔ چونکہ انکی ہجرت اواخر سال ۷ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل سال ۸ ہجری قمری میں ہوئی اسی لئے اہل سیر نے سال ۸ ہجری کوان کے قبول اسلام کا سال قرار دیا۔

بعض اہل سیر مثلاً طبری کا قول ہے کہ حضرت زینبؓ کو حضرت ابوالعاصؓ پر ٦ سال اور ایک روایت کے مطابق دو سال بعد لوٹایا گیا تھا، دونوں میں تطبیق یوں ہو جاتی ہے کہ حضرت زینبؓ ۲ ہجری میں مدینہ آ گئی تھیں، اور حضرت ابوالعاصؓ اوائل ۸ ہجری (قمری) میں ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے،لہذا چھ سال کا فرق ہوا، دوسری طرف مسلمان خواتین کے کفار پر حرام ہونے کی آیت سال ٦ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نازل ہوئی تھی، حضرت ابوالعاصؓ نے قبول اسلام کے بعد مدینہ کی جانب ہجرت اوائل ۸ ہجری (قمری) میں کی، ٦ ہجری اور آٹھ ہجری میں دو سال کے فرق سے دو سال والی روایت بھی مشہور ہوگئی۔(۱۰۵)

توقیتی جدول سال ۷ ہجری قمریہ شمسی، ۷۔۸ ہجری قمری، ٦۲۸۔٦۲۹ عیسوی جیولین

نمبر شمار	اہم واقعات	قمریہ شمسی ہجری	دن	قمری ہجری	عیسوی جیولین
۱	غزوہ ذی قرد رغابہ	۳ محرم ۷ ہجری	بدھ	۳ جمادی الاخریٰ ۷ ہجری	۷ ستمبر ٦۲۸ء
۲	مراجعت از غزوہ ذی قرد	۷ محرم	اتوار	۷ جمادی الاولیٰ	۱۱ ستمبر
۳	باذان والی یمن کے سپاہیوں کے مدینے میں آمد	(۹، ۱۰ محرم)	(منگل و بدھ)	(۹،۱۰ جمادی الاولیٰ)	۱۳،۱۴ ستمبر
۴	قتل کسریٰ	۱۰ محرم	منگل اور بدھ کی درمیانی رات	۱۰ جمادی الاولیٰ	۱۳،۱۴ ستمبر کی درمیانی رات

۵	غزوہ خیبر (روانگی)	۱۰/۱۱ محرم	بدھ/جمعرات	۱۰/۱۱ جمادی الاولیٰ	۱۴/۱۵ ستمبر
۶	غزوہ خیبر سے فراغت	اواخر محرم	۔	اواخر جمادی الاولیٰ	اوائل اکتوبر
۷۔	غزوہ وادی القریٰ	اواخر محرم/اوائل محرم کبیسہ	۔	اواخر جمادی الاولیٰ/اوائل جمادی الاخریٰ	اکتوبر
۸	حضرت صفیہؓ بنت حی سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح	محرم	۔	جمادی الاولیٰ	ستمبر/اکتوبر
۹	ام المومنین ام حبیبہؓ کی حبشے سے مدینے میں آمد	محرم/اوائل محرم کبیسہ	۔	جمادی الاولیٰ/اوائل جمادی الاخریٰ	ایضاً
۱۰	تیماء کے یہودیوں کی اطاعت	اواخر محرم، اوائل محرم کبیسہ	۔ ۔	اواخر جمادی الاولیٰ/اوائل جمادی الاخریٰ	اوائل اکتوبر
۱۱	سریہ حسمیٰ	محرم کبیسہ	۔	جمادی الاخریٰ	اکتوبر
۱۲	غزوہ ذات الرقاع کے لئے روانگی (بلحاظ مدنی رویت ہلال)	۱۰ محرم کبیسہ	ہفتہ	۱۰ جمادی الاخریٰ	۱۵ اکتوبر
۱۳	مراجعت	(اواخر محرم کبیسہ/اوائل صفر)	۔	(اواخر جمادی الاخریٰ/اوائل رجب)	اوائل نومبر
۱۴	سریہ عمرؓ بن خطاب (مہم تربہ)	ربیع الاول	۔	شعبان	دسمبر
۱۵	سریہ ابوبکر صدیق (مہم فزارہ)	ایضاً	۔	ایضاً	ایضاً

۱۶	سریہ بشیر بن سعد انصاری (مہم اطراف فدک)	ایضاً	۔	ایضاً	ایضاً
۱۷	سریہ غالب بن عبداللہ (مہم میفعہ)	ربیع الثانی	۔	رمضان	جنوری ۶۲۹ء
۱۸	سریہ بشیر بن سعد (مہم یمین وجبار)	جمادی الاولیٰ	۔	شوال	فروری
۱۹	عمرۃ القضاء	جمادی الاخریٰ	۔	ذی قعدہ	مارچ
۲۰	حضرت میمونہؓ سے رسول اکرمؐ کا نکاح	ایضاً	۔	ایضاً	ایضاً
۲۱	سریہ ابن ابی المعوجا	رجب	۔	ذی الحجہ	اپریل
۲۲	اسلام خالدؓ بن ولید، عمروؓ بن العاص، عثمانؓ بن طلحہ	یکم رمضان ۷ ہجری	۔	یکم صفر ۸ ہجری	۳۰ مئی ۶۲۹ء
۲۳	سریہ غالب بن عبداللہ (مہم فدک)	رمضان	۔	صفر	جون
۲۴	سریہ غالب بن عبداللہ (مہم بنی مرّہ)	ایضاً	۔	ایضاً	ایضاً
۲۵	سریہ شجاع بن وھب الاسدی (مہم سِیِ)	شوال	۔	ربیع الاول	اواخر جون / جولائی
۲۶	سریہ کعب بن عمیر الغفاری (مہم ذات اطلاح)	ایضاً	۔	ایضاً	ایضاً
۲۷	سریہ مُوتہ	ذی الحجہ	۔	جمادی الاولیٰ	ستمبر
۲۸	حضرت زینبؓ بنت رسول کی دوبارہ رخصتی	ایضاً	۔	ایضاً	ایضاً

حوالہ جات

۱۔ صحیح بخاری بحوالہ البدایہ والنھایہ ۴/ ۲۶۰۔۲۶۱ (البدایہ والنھایہ لحافظ ابن کثیرؒ دمشقی، دار الحدیث القاہرہ (مصر) ۱۴۱۳ہجری/۱۹۹۲ء

۲۔ طبری بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۲۶۴

۳۔ زاد المعاد الابن قیم جوزی ۳/ ۶۱ بحوالہ الرحیق المختوم مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری ص ۴۷۹ المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور

۴۔ ایضاً

۵۔ زادالمعاد ۳/ ۶۳ بحوالہ الرحیق المختوم ص ۴۸۸

۶۔ ایضاً بحوالہ الرحیق المختوم ص ۴۸۹

۷۔ زادالمعاد ۳/ ۶۱، بحوالہ الرحیق المختوم ص ۴۸۷

۸۔ مختصر تفسیر ابن کثیرؒ ۱/ ۲۸۹ (اختصار و تحقیق محمد علی الصابونی، دار القرآن الکریم بیروت)

۹۔ بیہقیؒ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۱۳۱

۱۰۔ الرحیق المختوم ص ۴۷۷

۱۱۔ بیہقیؒ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۱۳۱۔۱۳۲

۱۲۔ ایضاً ۳/ ۱۳۰۔۱۳۱

۱۳۔ البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۱۳۱

۱۴۔ مختصر تفسیر ابن کثیرؒ ۱/ ۲۸۹

۱۵۔ زادالمعاد ۳/ ۶۲۔۶۳ بحوالہ الرحیق المختوم

۱۶۔ طبقات ابن سعد عربی ۲/ ۸۷، المغازی للواقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۵۳ (المغازی محمد بن عمر بن واقدی (م ۲۰۷ھ) نشر دانش اسلامی، ایران ۱۴۰۵ہجری)

۱۷۔ ابن سعد ۲/ ۸۷، واقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۵۵

۱۸۔ ابن سعد ۲/ ۸۹، واقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۵۵

۱۹۔ طبقات ابن سعد ۲/ ۱۳۲

۲۰۔ المحبّر لابن حبیب بغدادی ص ۱۱۸ (کتاب المحبّر الابی جعفر محمد بن حبیب بغدادی (م ۲۴۵ھ) دار نشر الاسلامیہ، شیش محل روڈ لاہور)

۲۱۔ ابن سعد ۲/ ۸۹، واقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۶۰

۲۲۔ ابن سعد ۲/ ۸۹، واقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۶۲

۲۳۔ ابن سعد ۲/ ۹۰، واقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۶۴

۲۴۔ صحیح مسلم ۲/ ۸۹

۲۵۔ مسند امام احمدؒ بحوالہ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۲۱۹

۲۶۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۲۱۹

۲۷۔ طبقات ابن سعد ۲/ ۹۲، واقدی ص ۴۸۹ تا ۱۴۹۲/ ۵،۲/ ۵۶۶

۲۸۔ ابن اسحٰق بحوالہ نقوش ۲/ ۱۷۶ توقیت السیرۃ النبویہ اسحٰق النبی علوی، مدیر محمد طفیل، ۱۹۸۰ء ادارہ فروغ اردو۔ لاہور)

۲۹۔ طبقات ۲/ ۹۳، واقدی ۱/ ۵،۲/ ۵۶۸

۳۰/ ۱۔ ایضاً

۳۰/ ۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۶۹ الاستیعاب فی اسماء الاصحاب بھامش الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، تحت ترجمۃ خبیبؓ بن عدی ۱/ ۴۳۲ (مطبع السعادۃ۔ مصر ۱۳۲۸ھ)

۳۰/ ۳۔ الرحیق المختوم ص ۴۵۸

۳۰/ ۴۔ الاصابۃ ۱/ ۴۱۹ تحت ترجمۃ خبیبؓ بن عدی

۳۰/ ۵۔ المحبّر ص ۱۱۹

۳۰/ ۶۔ ایضاً

۳۰/ ۷۔ ایضاً

۳۰/۸۔ طبقات ابن سعد ۲/۱۳۲، واقدی ۱/۶،۲/ ۷۷۷
۳۰/۹۔ المحبّر ۱۱۸
۳۰/۱۰۔ طبقات ابن سعد ۲/ ۹۵، واقدی ۲/۳/۵۷
۳۱۔ جمع الفوائد ۱/۳۰۵، حدیث رقم ۳۳۴۹ (المکتبۃ الاسلامیۃ، سمندری، لائل پور حال فیصل آباد)
۳۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۶۵
۳۳۔ ایضاً ۴/ ۳۵۵
۳۴۔ معارف القرآن/ مفتی محمد شفیعؒ/ ۴/ ۳۱۵/ معارف القرآن، فرید بک ڈپو اردو مارکیٹ جامع مسجد۔ دہلی ۱۴۱۸ ہجری/ ۱۹۹۸ء
۳۵۔ تفسیر ابوالسعود ۴/۴۲، تفسیر کبیر ۱۵/ ۲۲۱ (تفسیر ابوالسعود العمادی، دار احیاء التراث العربی بیروت) (التفسیر الکبیر امام رازیؒ (دار احیاء التراث العربی۔ بیروت)
۳۶۔ شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مادہ ''رجب'' (مرتبہ ایچ اے آر گب و جے ایچ کریمرز، طبع ۱۹۵۳ء)
۳۷۔ المحبّر ص ۱۱۵
۳۸۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۸۱،
۳۹۔ المحبر ص ۱۱۵
۴۰۔ صحیح مسلم باب غزوۃ ذی قرد وغیرھا ۲/ ۱۱۳۔۱۱۵ صحیح بخاری غزوہ ذات قرد ۲/ ۶۰۳
۴۱۔ ابن سعد ۲/ ۱۰۶، واقدی ۲/ ۶۳۴ سیرۃ ابن ہشام ۳/ ۳۴۲ (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام مطبوعہ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۶ء المحبّر ص ۱۱۵
۴۲۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۸۱
۴۳۔ ایضاً
۴۴۔ مختصر تفسیر ابن کثیرؒ ۱/ ۲۸۹
۴۵۔ المحبر، ص ۱۱۵
۴۶۔ ایضاً
۴۷۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۸۶
۴۸۔ المحبّر، ص ۱۱۵
۴۹۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۸۱۔۱۹۰، ۱۹۷۔۱۹۸
۵۰۔ سیرۃ حلبیہ ۳/ ۴۰۔۴۱ بحوالہ سیرۃ علی المرتضیٰؓ صفحات ۷۰۔۷۶ مطبوعہ ذی شان بک پیلس اردو نگر۔ لاہور
۵۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۸۹
۵۲۔ رحمۃ للعالمین قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ ۱/ ۲۴۳۔۲۴۴، دارالاشاعت کراچی ۱۴۱۱ھ، الرحیق المختوم ص ۵۰۳۔۵۰۴
۵۳۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۹۴، ۱۹۸ الرحیق المختوم ص ۵۰۵۔۵۰۶
۵۴۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۹۴
۵۵۔ القرآن الکریم۔ ال عمران۔ آیت ۱۱۹
۵۶۔ صحیح بخاری باب غزوۃ ذات الرقاع ۲/ ۵۹۲ صحیح مسلم باب غزوۃ ذات الرقاع/ ج ۲، ص ۱۱۸
۵۷۔ البدایۃ والنہایۃ/ ج ۴، ص ۲۳۵، ۲۳۷
۵۸۔ ایضاً ۴/ ۲۴۳، ۲۴۴ مدینہ منورہ طبع چہارم ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء)
۵۹۔ مجمع الزوائد للھیثمیؒ ۹/ ۲۱۳ بحوالہ بناتِ اربعہ، مصنف مولانا محمد نافع، مکہ بکس چوک اردو بازار لاہور۔
۶۰۔ واقدی ۲/ ۵۳۷

۶۱۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۱۵۰۔۱۵۱
۶۲۔ صحیح بخاری ۲/ ۶۰۳
۶۳۔ طبقات ابن سعد/ ج ۲،ص ۱۰۶۔ابن ہشام/ ج ۳،ص ۳۴۲
۶۴۔ طبری ۳/ ۹۱ بحوالہ نقوش ۲/ ۱۷۹ ابن کثیر و زرقانی بحوالہ سیرۃ المصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ۲/ ۳۹۰
۶۵۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۲۶۵
۶۶۔ ایضاً ۴/ ۲۶۴۔۲۶۵
۶۷۔ طبری ۳/ ۹۱ بحوالہ نقوش ۲/ ۱۷۹
۶۸۔ ابن سعد ۲/ ۱۰۶، واقدی ۲/ ۶۳۴۔ ابن ہشام ۳/ ۳۴۲
۶۹۔ ابن سعد ۲/ ۱۶، واقدی ۱/ ۳۹۵ ابن ہشام ۳/ ۲۱۹
۷۰۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۸۶
۷۱۔ المحبر ص ۱۱۳
۷۲۔ فتح الباری شرح بخاری ۷/ ۳۷۳ تحت غزوہ خیبر
۷۳۔ المحبر ص ۱۱۵
۷۴۔ الفصول فی سیرۃ الرسول ص ۱۸۸، ابن کثیرؒ، دار ابن کثیر دمشق، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء
۷۵۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۱۹۸
۷۶۔ ایضاً ۴/ ۱۸۱
۷۷۔ ایضاً ۵/ ۳۶
۷۸۔ الرحیق المختوم ص ۳۹۸
۷۹۔ صحیح بخاری ۱/ ۵۶۰
۸۰۔ فتح الباری ۸/ ۴۵ بحوالہ الرحیق المختوم ص ۵۶۹
۸۱۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۳۳۸
۸۲۔ ایضاً ۴/ ۳۴۱
۸۳۔ البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۱۹۵۔ صحیح بخاری باب غزوہ خیبر ۲/ ۶۰۸۔۶۰۹
۸۴۔ طبری ۳/ ۱۵۷۰ بحوالہ سیرۃ النبی شبلی نعمانیؒ ۱/ ۴۷۱ (محمد سعید اینڈ سنز، قرآن محل، کراچی)
۸۵۔ للواقدی ۲/ ۶۳۴
۸۶۔ ابن سعد ۲/ ۱۱۷۔ ۱۱۸، واقدی ۲/ ۷۲۲۔ ۷۲۳
ش ۸۷۔ ابن سعد ۲/ ۱۱۹، واقدی ۲/ ۷۲۳
۸۸۔ ابن سعد ۲/ ۱۲۰، واقدی ۱/ ۶، ۲/ ۷۲۷
۸۹۔ ابن سعد ۲/ ۱۲۰۔۱۲۲
۹۰۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۲۳۰
۹۱۔ طبقات ابن سعد ۲/ ۱۲۳، واقدی/ ج ۲، ص ۷۴۱۔ ۱/ ۶
۹۲۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۲۳۵، ۲۳۷
۹۳۔ ایضاً
۹۴۔ ابن سعد ۲/ ۱۲۴، ۱۲۶، واقدی ۱/ ۶، ۲/ ۷۵۰
۹۵۔ ابن سعد ۲/ ۱۲۷، واقدی ۱/ ۶، ۲/ ۷۵۳
۹۶۔ ابن سعد ۲/ ۱۲۸
۹۷۔ طبری ۳/ ۱۱۰ بحوالہ نقوش ۲/ ۶۱
۹۸۔ البدایۃ والنہایۃ۴/ ۲۳۷
۹۹۔ ایضاً/ ج ۴، ص ۱۷۹
۱۰۰۔ الرحیق المختوم/ ص ۴۴۰
۱۰۱۔ البدایۃ والنہایۃ/ ج ۳، ص ۳۶۵۔۳۶۶
۱۰۲۔ الرحیق المختوم/ ص ۴۴۰
۱۰۳۔ البدایۃ والنہایۃ/ ج ۳، ص ۳۶۴
۱۰۴/ ۱۔ رحمۃ للعالمین/ ج ۲، ص ۱۱۱
۱۰۴/ ۲۔ البدایۃ والنہایۃ/ ج ۴، ص ۱۷۹
۱۰۵۔ ایضاً/ ج ۳، ۳۶۵